7/91

قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربّہٖ فصلّٰی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

# المرشد

لاہور

جولائی ۱۹۹۱ء

انسان آتا کہاں سے ہے اور جاتا کہاں ہے۔ انسانوں کی فوج ظفر موج کہاں سے چلی آ رہی ہے۔ اِس کا منبع کیا ہے؟ اور یہ اربوں انسان جو روزانہ زیرِ زمین چلے جاتے ہیں۔ یہ جاتے کہاں ہیں۔ اِن سب سوالوں کا جواب کیا آپ کی عقل کے پاس ہے؟

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

اداریہ

# اپنی بات

وزیر اعظم کی بے بسی اور مظلومیت پر بڑا ترس آتا ہے۔ وہ بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ روز روز کے ڈاکے، اغوا اور قتل کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ لیکن مجبور ہیں، بے بس ہیں اور اپنی بے بسی کے اظہار کے لیے اعلانات اور قانون پاس کروانے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ یہی کچھ اُن کے کئی پیشرو حکمران بھی کرتے رہے۔ قوم اُن کی نیت اور بے بسی بھی دیکھتی رہی۔ البتہ لاہور ٹریفک پولیس کا ایک سب انسپکٹر شاید وزیر اعظم کی نیت پر کچھ گہرا ہی ایمان لے آیا تھا، تب ہی تو اُس نے ایک معمولی اور بے ضرر سا قانون "آقاؤں" کے ایک ممبر پر لاگو کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنے ساتھ ایک عدد ایس۔ پی اور آئی۔ جی پنجاب پولیس کو بھی لے ڈوبا۔ اگر وزیر اعظم نواز شریف صاحب اور رواتیں صاحب ایک آدھ "آقا" کے سامنے اِس قدر بے بس اور مجبور ہیں تو بھلا کونسی عقلمند پولیس یا سیکورٹی فورس "آقاؤں" کے فورسز سے ٹکر لینے کی جرأت کرے گی؟

ہمارے سربراہانِ مملکت خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ اُن کو یہ شان و شوکت "آقاؤں" اور اُن کی فورسز کی عطا کردہ ہے۔ جمہور بھی جانتی ہے اور ڈاکو بھی جانتے ہیں۔ اِس لیے سربراہانِ مملکت کا کوئی اعلان اُن کی نظر میں بس اتنی ہی اہمیت رکھتا ہے جیسے کوئی تعریفی شعر باآواز بلند پڑھ لیا جائے۔ جب کسی شخصیت کو راہ سے ہٹانے کے لیے قتل کر دیا جاتا ہے۔ یا عوام کو اپنی حیثیت میں رہنے کی تنبیہہ دینے کے لیے بے گناہوں کا قتلِ عام کیا جاتا ہے۔ تو ایسے موقعہ پہ صدرِ مملکت بھی اپنا ایک مخصوص شعر پڑھ دیتے ہیں۔ کہ "مجرم قانون سے بچ کر کہاں جائیں گے"۔ عوام بھی سمجھدار ہے۔ سمجھ لیتی ہے کہ مجرموں کے لیے "WELL DONE" کے تعریفی کلمات ہیں اور ان کی کارکردگی پہ اطمینان کا اظہار ہے۔ بات تو ہے بھی درست۔ مجرم اور جا بھی کہاں سکتے ہیں۔ قانون ہی تو ان کا محافظ ہے۔ سب قوانین عوام سے مجرموں کے تحفظ کے لیے ہی تو بنائے جاتے ہیں۔

لیکن اِن تمام تحفظات کا ایک ناخوشگوار پہلو بھی ہے۔ عوامی زبان میں جس کو ڈاکو یا مجرم کہا جاتا ہے۔ وہ جرم کی یکسانیت سے اُکتا بھی جاتا ہے۔ وہ نئے ایڈونچر چاہتا ہے۔ بڑوں پر بھی ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے۔ پھر بڑے سے بڑے پر۔ اور یوں کسی ایک بڑے کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرنے لگتا ہے۔ اور وہ دن آجاتا ہے کہ بے بس جمہور کو ٹیلیویژن پہ وہ منظر دکھایا جاتا ہے کہ جو کل تک اُن کا سربراہ تھا آج اُس کے جسم کا ٹکڑہ ٹکڑہ تلاش کر کے اکٹھا کیا جاتا ہے کہ جنازہ پڑھنے کے لیے کچھ تو سامنے ہو اور یادگار کے لیے قبر بنائی جا سکے۔ جو کچھ کل ہوا عوام نے دیکھا خون کے آنسو روئی۔ جو نیا حکمران بن گیا اُس نے خود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ سمجھ لیا۔ لیکن جو کل ہوا وہ آج بھی ہوگا۔ ایکٹر بدلے ہیں بدلیں گے لیکن سٹیج وہی ہے۔ کہانی وہی ہے تو ڈراما بھی وہی ہوگا۔

"اللہ کی پناہ کی درخواست ہے۔"

تاج رحیم

# سالانہ اِجتماع

۴ جولائی (جمعرات) سے دارالعرفان میں سالانہ اجتماع شروع ہوگا اور ۹ اگست تک رہے گا۔

○ تزکیۂ نفس کے لیے صحبتِ شیخ لازمی ہے۔ سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کیلئے اِس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔

○ اِس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ بھی نصیب ہو۔ تاکہ آپ کے قلوب اُن انوارات و برکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبتِ شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

○ وطن کے دُور دراز علاقوں اور غیر ممالک سے آنے والے سالکین کے ساتھ میل جول بھی آپ کے لیے باعثِ برکت ہے

وقت نکال کر ضرور دارُالعرفان منارہ تشریف لائیں۔

(دارالعرفان خوشاب اور چکوال کے درمیان سرگودھا روڈ پر واقع ہے۔)

# ذکر کا طریقہ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم نے اللہ جل شانہٗ کی عظمت کی گواہ اُس کی ساری تخلیق کو بتایا ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ ہر تنکا ہر پتہ اُس کی تخلیق کا ایک شاہکار ہے اور اُس کی عظمت کا گواہ ہے یہ زمین یہ آسمان اِن کی خصوصیات، ان میں بسنے والی مخلوق اُس کا نظام اور اُس نظام کا ہمیشہ سے ایک خاص انداز سے پہ چلتے رہنا یہ اتنی بے شمار نشانیاں ہیں عظمتِ الٰہی کی جنہیں انسان گن نہیں سکتا لیکن اِس کے باوجود بیشتر انسان عظمتِ الٰہی سے بے بہرہ اُس کے قرب کی تمنا سے محروم اور اُس کی اطاعت کے شرف سے دُور ہی رہتے ہیں۔ تو جب اس قدر بہتات ہے دلائل کی اور نشانیوں کی تو انسان کیوں محروم رہتے ہیں۔ رب جلیل نے اِس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ نشانیاں تو ہیں لیکن انہیں دیکھنے کے لیے ایک خاص نگاہ چاہیئے۔ انہیں سمجھنے کے لیے ایک خاص شعور چاہیئے اِن سے نتائج اخذ کرنے کے لیے ایک خاص فہم و ادراک چاہیئے وہ نگاہ وہ شعور وہ فہم و ادراک ذکرِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔

عقل کی رسائی ایک حد تک ہے اور چونکہ وہ خود مادی ہے مخلوق ہے تو اِس کی سوچ کی رسائی بھی مادے تک ہے تخلیق تک ہے عقلِ انسانی مختلف چیزوں کے خواص تو جان سکتی ہے خصوصیات تو جان سکتی ہے مختلف چیزوں کو ملا کر کوئی دوسری چیز تو بنا سکتی ہے۔ مختلف رنگوں کے آمیزے سے نیا رنگ تو تیار کر سکتی ہے۔ مختلف کھانے کی چیزوں کو مختلف انداز سے آمیز کر کے ایک نیا کھانا تو تیار کر سکتی ہے۔ اینٹ گارا پتھر بنا سکتی ہے۔ روڑے جوڑ کر مکان بنا سکتی ہے۔ پُرزے جوڑ کر مشین بنا سکتی ہے۔ یہ سارے کام تو کر سکتی ہے۔ بدن کی سہولیات کا اندازہ کر سکتی ہے۔ ضروریات کا اندازہ کر سکتی ہے۔ جسم کو ڈھانپنے کے لیے۔ لباس جسم کو گرمی پہنچانے، سردی پہنچانے کے اسباب، جسم کا علاج یہ ساری چیزیں وہ کر سکتی ہے جو مادی وجود کے اندر ہیں۔ لیکن ذاتِ باری، صفاتِ باری، عظمتِ باری اور اُس کا شعور یہ ساری چیزیں دائرہ تخلیق سے بالاتر ہیں۔ اور یہاں تک عقلِ محض کی رسائی نہیں اگر عقلِ محض اِن چیزوں کو پا سکتی تو نبوت کا کوئی وجود نہ رہتا۔ نبی علیہ السّلام کو مبعوث کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ رہتی بلکہ ہر انسان جس کی عقل سلامت ہوتی اور جس کے پاس دنیوی علم ہوتا وہ از خود عظمتِ باری کو پا لیتا، لیکن ایسا کبھی نہیں ہُوا۔

انسان نے سب کمالات حاصل کیئے لیکن جب آخرت کی یا عالمِ بالا کی بات آئی یا عظمتِ باری کی بات آئی یا اُن حقائق کی جو دنیوی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اُن کی بات آئی۔ جزا و سزا کی بات آئی، فرشتوں کی بات آئی۔

خود انسان کی اپنی ذات کی یہ بحث کہ انسان آتا کہاں سے ھے اور انسان جاتا کہاں ھے۔ یہ

انسانوں کی فوج ظفر موج کہاں سے چلی آ رہی ہے۔ اِس کا منبع و مصدر کیا ہے اور یہ کروڑوں اربوں انسان روزانہ جو زیرِ زمین چلے جاتے ہیں یہ جاتے کہاں ہیں ان سب سوالوں کا جواب عقل کے پاس نہیں ہے نہ از خود تنہا عقل وہاں پہنچ سکتی ہے۔ ان سب سوالوں کا جواب انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام نے دیا۔

انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام نے جب اِن کا جواب دیا تو وہ جواب ایسا تھا جسے عقل نے بھی قبول کیا عقل کی استعداد یا عقل کی قبولیت کے خلاف نہیں ہے۔ یعنی عقلِ انسانی سارے دین کو قبول کرتی ہے اور دینِ اسلام عین عقل کے مطابق ہے۔ لیکن بغیر نبی کے از خود عقل اُس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ نورِ نبوت وہ ہے جو اس چیز کی نقاب کشائی فرماتا ہے اور جب یہ حقائق سامنے آتے ہیں تو عقل بھی انہیں قبول کرتی ہے عین عقل کے مطابق ہے۔ نورِ نبوت سے انسانوں کو ایک ایسا رشتہ ربِ جلیل سے نصیب ہوا جو بغیر اُس کے ممکن نہ تھا اور وہ تھا دوامِ ذکرِ الٰہی۔

نبی کریم ﷺ کے فیوضات و برکات کا اندازہ لگانا تو ممکن نہیں لیکن عظمتِ نبوت کی ایک جھلک آپ کے اس انداز میں نظر آتی ہے کہ جسے بھی نورِ ایمان نصیب ہوا اُسے حضور اکرم ﷺ کی ایک نگاہ نصیب ہو گئی یا اُس کی نگاہ وجودِ اطہر ﷺ پر پڑ گئی تو اُس کے وجود کا ہر ذرہ، خون کا ہر قطرہ، ہر ریشہ گوشت پوست سارا وجود ذاکر ہو گیا۔ قرآنِ حکیم نے فرمایا ہے۔

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کھالوں سے لے کر قلوب تک یعنی باہر کی جلد سے لے کر انتہائی اندر دل تک وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہو گیا۔ یہ جو ذکر دوام ہے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ وہ نگاہ عطا کرتا ہے وہ شعور عطا کرتا ہے وہ ادراک عطا کرتا ہے جو ہر تخلیق سے خالق کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے۔ جس طرح آپ کسی مکان کو بنا ہوا دیکھ کر بنانے والے کاریگر کی قابلیت کا اندازہ کرتے ہیں جس طرح آپ گھڑی دیکھ کر گھڑی ایجاد کرنے والے کی عظمت کے قائل ہو جاتے ہیں جس طرح آپ موٹر کو دیکھ کر موٹر کے موجد کی بات آپ کے ذہن میں آتی ہے کہ جس شخص نے پہلے پہل اسے سوچ کر بنایا ہو گا۔ وہ کتنا قابل کتنا ذہین ہو گا یا آپ مختلف ایجادات کو دیکھ کر یا مختلف مصنوعات کو دیکھ کر اُن کے بنانے والے یا ایجاد کرنے والے کی عظمت کے قائل ہوتے ہیں اسی طرح سے جب وہ نور وہ دوامِ ذکر اور اُس کی برکات انسانی قلب کو نصیب ہوتی ہے تو وہ ایک ایک تنکے سے عظمتِ باری کے دلائل جمع کرتا ہے۔ وہ ایک سورج کے طلوع و غروب سے بادلوں کے آنے جانے سے انسانوں کے عروج و زوال سے واقعاتِ عالم سے ہواؤں کے چلنے سے بارش کے آنے سے قحط سالی ہو یا آبادی ہر ادا سے اُسے عظمتِ باری کے مختلف روپ، مختلف رنگ نظر آتے ہیں۔ لیکن اِس کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ وہ نعمت نصیب ہو جو معیتِ نبوت کا خاصہ ہے یعنی دوامِ ذکر جسے قرآنِ حکیم نے اس انداز میں فرمایا۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ۔ یہ شب و روز کا آنا جانا یہ زمین اور اِس کی بے حد و حساب خصوصیات یہ آسمانوں کی بلندیاں بغیر دیواروں بغیر ستون کے اُن کا کھڑا ہونا اُن پر بے شمار عجائبات اور بے حساب مخلوقات کا اُن میں بسنا یہ شب و روز کی آمد و رفت اور اُس کے آنے جانے کے ساتھ ایک وسیع نظام کا متعلق ہونا ساری دُنیا میں کسی نہ کسی لمحے ہر لمحے رات کا موجود رہنا ہر لمحے دن کا موجود رہنا اور اُن کی یہ آگے پیچھے بھاگ اور دوڑ، اوقات کی تبدیلی یہ ساری چیزیں اللہ کی عظمت پہ دلالت کرتی ہیں۔ لیکن اس دلیل کو پانے کے

لیے ایک خاص حال چاہیے۔ اور وہ حال یہ ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔ ایسے لوگ جو کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں ان کا کوئی حال ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو ہر حال میں اُنہیں اللہ کا ذکر نصیب ہو اُن لوگوں کے لیے یہ آیات ہیں۔ ہیں توسب کے لیے لیکن ان سے استفادہ وہ کرسکتے ہیں۔ اب یہ جو تینوں حالتیں قرآن حکیم نے جو انسان کی بیان فرمائی ہیں۔ یہ ایسی ہیں کہ ہر لمحے انسان ان تینوں میں سے کسی ایک حال میں ہوتا ہے یا بیٹھا ہے یا کھڑا ہے کام کر رہا ہے۔ چل رہا ہے یا لیٹا ہے آرام کر رہا ہے، بیمار ہے یا صحت مند جب تک وہ زندہ ہے ان تین حالتوں میں سے ایک حال میں وہ ضرور ہوتا ہے رب جلیل نے فرمایا کہ ہر حال میں وہ ذکر کرتے ہیں۔ اس سے محققین فرماتے ہیں کہ زبانی ذکر یا ذکرِ لسانی جو ہے وہ اس کا مفہوم ادا نہیں کرتا چونکہ زبان صرف ذکر نہیں کرے گی زبان انسان کی ساری ضروریات کی ترجمان ہے۔ پھر اگر کوئی ایسا کرے کہ بغیر ذکرِ الٰہی کے کوئی بات بھی نہ کرے تو بھی جب وہ سو جائے گا زبان خاموش ہو جائے گی۔

تو کوئی ایسا حیلہ کوئی ایسی چیز جو اللہ کریم کے ذکر کو دوام اور ہمیشگی بخشتی ہو فرمایا وہ قلب ہے۔ اور ذکرِ قلبی ہی اس کا جواب ہو سکتا ہے یا اس کی مراد ہو سکتا ہے کہ قلب جب ذاکر ہو جاتا ہے تو پھر انسان کھڑا ہے یا بیٹھا یا چل رہا ہے۔ یا بات کر رہا ہے، کام کر رہا ہے یا سو رہا ہے۔ کوئی بھی حال اُس کو ذکر سے نہیں روکتا۔ بلکہ ایک ایک دھڑکن میں وہ سینکڑوں بار اللہ کا ذکر کر جاتا ہے۔ دھڑکتا ایک بار ہے اور اسم ذات کو کئی سو بار دہرا جاتا ہے تو اس نعمت کو پانے کا سبب جو تھا عہدِ نبوی ﷺ میں وہ تو حضور اکرم ﷺ کی ایک نگاہ تھی یا آپ ﷺ پر طالب کی ایک نگاہ کافی تھی۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجلس میں بھی صرف مجلس کی حاضری کافی تھی۔ جو بھی حاضر ہوا وہ صحابہ کی صحبت سے تابعی بن کے اُٹھا۔ تابعین کے پاس جو آیا وہ تبع تابعی کہلایا۔

اس کے بعد وہ قوتیں نہ رہیں وہ طاقتیں نہ رہیں نہ طالبوں میں جذب رہا اور نہ توجہ کرنے والوں میں وہ شدت رہی۔ سے

نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں نہ وہ عشق میں رہی گرمیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں۔

> تو اس کا حل یہ نکالا گیا۔ مشائخ عظام نے یہ تجویز اور یہ طریقہ آزمایا کہ وہ شخص جسے یہ نور نصیب ہو وہ اپنے پاس طالب کو بٹھا کر اپنے قلب پر ذکر کرے اپنے لطائف پر ذکر کرے۔ اپنے وجود کو ذاکر بنائے اور جو انوارات اُس کے وجود پہ وارد ہوں انہیں طالب کے وجود پہ القا کرے۔ اسے توجہ کہتے ہیں۔

توجہ کی ضرورت یعنی عمداً انوار القا کرنے کی ضرورت نبی کریم ﷺ کو نہ تھی بلکہ جس طرح سورج کو روشنی پہنچانے کے لیے کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ روشنی حاصل کرنے والے کو صرف سورج کے سامنے آنے کا تکلف اور اہتمام کرنا پڑتا ہے سورج کو روشنی پہنچانے کے لیے متوجہ نہیں ہونا پڑتا یہی حال عظمتِ رسالت ﷺ کا ہے کہ نورِ نبوت سے مستفید ہونے کے لیے طالب کو اپنے آپ کو نبی ﷺ کے قدموں میں اتباع میں سامنے لانا پڑتا ہے حضور ﷺ کو توجہ نہیں کرنا پڑتی۔ نسبتِ صحابہؓ میں بھی یہ قوت قائم رہی، تابعین میں بھی۔ لیکن تبع تابعین میں یہ قوت نہ رہی کہ جو بھی کسی تبع تابعی سے ملا وہ

بہت بڑا بزرگ ہو گیا یا اُسے وہ کیفیات حاصل ہو گئیں انہیں توجہ کرنا پڑی پاس بٹھا کر تو لوگوں نے عمریں لگائیں، محنتیں کیں اور یوں جس شخص کے سینے میں یہ نور تھا اُس نے توجہ کی اور جو طالب تھا اُس نے پاس بیٹھ کر قلب کی طرف متوجہ ہو کر اُس چیز کو جذب کرنے کی کوشش کی تو اِس عمل میں توجہ کرنے والا بھی ذاکر اور ذکر کرتا رہا حالتِ ذکر میں بیٹھا رہا اور توجہ لینے والا بھی مسلسل ذکر کرتا رہا۔ اب اِس ذکر کی پھر مختلف صورتیں بنیں کسی نے اُسے کسی انداز میں کیا کسی دوسرے نے کسی اور انداز میں کیا۔

میں جو بات آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں اور جس سلسلہ ذکر سے اللہ نے ہمیں وابستہ فرمایا ہے الحمدللہ اس میں طریقہ ذکر یہ منتخب کیا گیا کہ ہر سانس کی نگرانی کی جائے ہر سانس پہ نگاہ رکھی جائے ہر آنے جانے والے سانس کے ساتھ یہ توجہ کی جائے کہ اندر جانے والے سانس کے ساتھ لفظ اللہ اندر جا رہا ہے۔ دل کی گہرائی تک اُترتا جا رہا ہے اور جب سانس باہر آتی ہے تو اُس کے ساتھ لفظ ہُو خارج ہوتا ہے اور ہُو کی چوٹ لگتی ہے۔ اُس لطیفے پر جس پر ہم ذکر کرنا چاہ رہے ہوں تو یہ ایک ردم بن جاتا ہے کہ اندر سانس جائے "اللہ" باہر نکلے 'ھُو' ہر سانس میں اللہ ھُو اللہ ھُو اللہ ھُو ہو۔

لیکن ایک بات یاد رکھیے اگر آپ سانس میں لفظ بنانا شروع کریں گے تو یہ مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ سانس سے ذکر نہیں کیا جاتا یہ جو ایک جملہ کہہ دیا جاتا ہے کہ سانس سے ہم ذکر کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ آپ اسے بڑی توجہ سے سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ ہم سانس صرف تیزی سے لیتے ہیں۔ ذکر قلب سے کرتے ہیں۔ سانس تو ویسے بھی لیا جا رہا ہے۔ آرام سے بھی آدمی لے رہا ہے تیزی سے بھی لے لیتا ہے تو سانس لینا الگ ایک عمل ہے۔ لیکن ذکر قلب سے کیا جاتا ہے سانس سے نہیں۔ تو اگر ذکر قلب سے کیا جاتا ہے تو سانس کو تیزی کے ساتھ لینے کی کیا تُک ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جو بدن کی حدت اور حرارت ہوتی ہے خون میں یہ سبب بنتا ہے انوارات کو جذب کرنے کا۔ جب بدن میں حدت یا حرارت نہ رہے تو وہ انوارات جذب نہیں کرتا اسی لیے آپ کسی میت پر لاکھ توجہ دیں اُس کے سارے ذرّے بدن کو منور کر دیں تو جب آپ توجہ ہٹائیں گے تو وہ بدن پھر خالی ہو گا۔ اس لیے کہ اُس میں وہ قوتِ جاذبہ نہیں رہی۔ قبول کرنے کی استعداد نہیں رہی۔ یہی حال بدن کا زندگی میں بھی ہوتا ہے۔ اُس میں حرارت تو موجود ہے لیکن اُس حرارت کا ایک خاص درجہ چاہیئے اُن انوارات کو جذب کرنے اور قبول کرنے کے لیے تو اگر آپ آرام سے سانس لیتے رہیں اور متوجہ رہیں اور لمبا عرصہ لگائیں۔ ذکر پر عام سا طبعی طور پر جو سانس آ رہا ہے اللہ اللہ کرتے رہیں تو کئی برس لگیں گے ایک لطیفے کو منور کرنے کے لیے یعنی وہ حدت جو اُس لطیفے کے انورات کو جزو بدن بنانے کے لیے ضروری ہے اُس پر کئی برس لگ جائیں گے۔ مسلسل متوجہ رہ کر مسلسل ذکر کرتے کرتے آپ وہ حاصل کر سکیں گے۔ اور اس کے ساتھ شرط یہ ہو گی کہ جو آپ کو توجہ دے رہا ہے جو ذکر کرا رہا ہے اُس میں بھی یہ استعداد ہو کہ وہ آپ کا لطیفہ منور کر سکے جس کنویں سے آپ پانی لینا چاہتے ہیں اُس میں اُتنا پانی بھی ہونا چاہیئے کہ جو کیاری آپ سیراب کرنا چاہتے ہیں اُس تک اُس کا پانی پہنچ سکے۔

نسبتِ اویسیہ میں نسبت براہِ راست اور قریب ترین نسبت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تو اس میں آمد کا کوئی حساب نہیں ہے۔ اس کنوئیں میں پیچھے سے آنے والے پانی کا کوئی اندازہ نہیں ہوتا۔ تو مشائخ عظام نے سیراب ہونے والی کھیتی کے لیے یا سیراب ہونے والے دل کے لیے یہ طریقہ تجویز فرمایا کہ نہایت تیزی سے نہایت قوت سے سانس لی جائے اور جتنی ہو سکے اتنی خون میں حرارت اور حدت پیدا کی جائے تاکہ ایک ہی ذکر میں صرف ایک نہیں سارے لطائف منور ہو جائیں تو سانس اس غرض سے تیزی سے لی جاتی ہے۔ پھر یہ وجود کی حرکت کا ایک ردم بن جاتا ہے۔ سانس کا ایک ردم بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور شعور اور ذہن کی توجہ اُس طرف ہو جاتی ہے کہ سانس میں اللہ اندر جا رہا ہے اور لفظ ھُو باہر آ رہا ہے۔ یعنی سانس میں اللہ ھُو بنتی نہیں سانس ہم تیزی سے بے تکلف لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ جو ہمارا دماغ، ہماری عقل، ہمارا شعور یہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ ہر سانس میں لفظ اللہ اندر جا رہا ہے۔ لفظ ھُو باہر آ رہا ہے تو اس طرح سے وجود کی حرکت سانس کی آمد و رفت اور انسان کی سوچ اور فکر مل کر ایک مضبوط توجہ پیدا کر دیتے ہیں ذکرِ قلبی کا۔ جب تک یہ تینوں ایک اندازے سے مل نہ جائیں تب تک ذکر میں لُطف پیدا نہیں ہوتا تو یہ بودے بودے اعتراضات جو جواب کے قابل بھی نہیں ہیں کہ آپ سانس سے ذکر کیوں کرتے ہیں اور ناک اچھی نہیں ہوتی یہ ساری فضول سی باتیں ہیں۔

جو لوگ اس فن کو نہیں سمجھتے اب ایک آدمی موٹر چلانا ہی نہیں جانتا، موٹر کے فن کو نہیں جانتا وہ کہے کہ اس کا اِدھر سے دُھواں کیوں نکلتا ہے اور اس کو ادھر پاؤں کیوں رکھتے ہیں ادھر ہاتھ کیوں لگاتے ہیں اُسے کیا خبر پاؤں کیا کرتا ہے ہاتھ کیا کرتا ہے۔ دُھواں کہاں سے نکلتا ہے۔ تیل کہاں ڈالا جاتا ہے وہ خواہ مخواہ باتیں کرتا رہتا ہے۔ جب تک اس فن کو سمجھے نہیں جانے نہیں، تب تک بات کرنے کا کیا فائدہ۔ تو ایسے اعتراضات کے جواب اس لیے نہیں دیئے جاتے کہ معترض اس فن سے واقف ہی نہیں ہوتے تو انہیں نہ سوال کرنے کا اندازہ ہوتا ہے اور جواب دیتے رہو تو ان کی سمجھ سے جواب بھی بالاتر ہوتا ہے تو کسی بھی فن کو سمجھنے کے لیے اُس پر اعتراض کرنے یا اُس کا جواب پانے کے لیے اُس فن کا حصول ضروری ہوتا ہے۔

تو جن لوگوں کو اللہ نے یہ سعادت بخشی ہے میں بات ان سے کر رہا ہوں یہ سمجھ لیں کہ ذکر سانس سے نہیں کیا جاتا ذکر تو قلب سے کیا جاتا ہے۔ سانس تیزی سے لی جاتی ہے کہ خون میں حدت پیدا ہو عقل کو اس سوچ عقل کو، دماغ کو، اگر آپ اس سوچ پہ نہیں لگائیں گے تو وہ کسی دوسری فکر میں نکل جائے گی۔ آپ ذکر کر رہے ہوں گے وہ دکان پہ بیٹھی ہوگی۔ آپ ذکر کر رہے ہوں گے وہ بازار میں پھر رہی ہوگی آپ ذکر کر رہے ہوں گے وہ دوستوں کی مجلس میں ہوگی یا کاروبار میں ہوگی تو آپ اگر عقل کو دماغی سوچ کو بھی اس کے ساتھ لگا لیتے ہیں اور سانس کو بھی تیزی کے ساتھ لینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ وجود کی حرکت کا بھی ایک ردم بن جاتا ہے تو یہ ساری چیزیں مل کر عقل کی توجہ کو بھی حاصل کرتی ہیں اور سانس تیزی سے آکر بدن میں خون میں حرارت پیدا کرتا ہے تو جو توجہ شیخ کی طرف سے یا شیخ سلسلہ کی طرف سے آ رہی ہے وہ اُس حدت کے ساتھ ہر ذرہ وجود میں جذب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے لطائف میں غفلت کا آنا ممنوع ہے اگر آدمی لطائف میں عقل و شعور کھو دے یا اُس کی سوچ و فکر رہ جائے یا اُس کے سانس لینے کا انداز بدل جائے یا وہ کھانسنا شروع کر دے یا باتیں کرنا یا شعر پڑھنا شروع کر دے۔ آیات پڑھنا بھی شروع کر دے تو بھی انوارات منقطع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وہ توجہ ہٹ جاتی ہے وہ ردم نہیں

رہتا توجہ دوسری طرف چلی جاتی ہے۔ تو وہ جو تسلسل ہوتا ہے انوارات کا وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ لطائف نہایت سکون سے کیے جائیں، پوری خاموشی سے کیے جائیں پوری سوچ کو اس پہ مرکوز کیا جائے کہ ہر سانس میں لفظ "اللہ" اندر جا رہا ہے اور "ہو" باہر آ رہی ہے دل کی گہرائی تک۔

اِس کی تعبیر بھی مختلف دوست مختلف انداز میں کرتے ہیں حیرت ہوتی ہے کہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور جو کچھ اپنے ذہن میں آتا ہے اُسے چلاتے رہتے ہیں۔ بڑی سیدھی سی بات ہے کوئی کہتا ہے دل سے "اللہ" نکالو عرش پہ لے جاؤ کوئی کہتا ہے وہاں سے "ہو" لاؤ وہاں مارو۔ یہ سلسلے فضول بکھیڑے ہیں۔ ہمارے سلسلے کی بڑی سیدھی سی بات ہے کہ سانس جب اندر کھینچی جاتی ہے تو لفظ اللہ کو دل کی گہرائیوں تک اپنے ساتھ لے کر اندر جاتی ہے تو جب باہر خارج ہوتی ہے تو لفظ "ہو" کو ساتھ خارج کرتی ہے اور "ہو" کی چوٹ اُس لطیفے پر لگتی ہے جس پہ ہم ذکر رہے ہوں۔ پہلے لطیفے پہ کر رہے ہیں دوسرے پہ کر رہے ہیں تیسرے پہ کر رہے ہیں تو اس طرح وہ ضرب بدلتی جاتی ہے۔ جب تک آپ لطائف میں ہیں اور یہ یاد رکھیں کہ ذکر قلب سے کیا جاتا ہے۔ سانس تیزی سے اس لیے لی جاتی ہے کہ خون میں حدت اور حرارت پیدا کرے اور جتنی حدت، جتنی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات آدمی اُس حدت اور حرارت سے گھبرا کر کھانس دیتا ہے یا اُس سے یا اُس سے گھبرا کر بات کر لیتا ہے تو اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو یہ بھی محسوس کیا ہو گا کہ کھانسے یا بات کرنے سے ایک غبار سا سینے سے نکل جاتا ہے وہی غبار مقصود تھا کہ اس میں قوت تھی انوارات کو جذب کرنے کی۔ اگر آپ نے بات کی یا کھانسے یا دوسری طرف توجہ گئی تو غبار نکل گیا۔ وجود تو ہلکا محسوس ہوا جو جلن ہو رہی تھی وہ تو کم ہو گئی لیکن اُس کے ساتھ وہ جو یہ پیوند لگ رہا تھا اُس میں رکاوٹ آگئی۔ جس طرح لوہے کو لوہے کے ساتھ جوڑنے کے لیے گرم کرتے ہیں۔ جس طرح سونے کو ٹانکہ لگانے کے لیے گرم کرتے ہیں۔ جس طرح چیزوں کو گرم کر کے یکجان کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح حرارت عزیزی یا خون کی حدت انوارات عالم بالا کو اپنے میں جذب کرتی ہے چونکہ یہ رُوح کی خصوصیات ہیں اور رُوح کا مسکن ہے۔ بدن از خود جب تک منور نہ ہو رُوح کو بھی وہ نورانیت نصیب نہیں ہوتی اور رُوح منور ہو تو بدن بھی منور ہوتا ہے۔ بدن منور ہو تو رُوح بھی روشن ہو جاتی ہے۔ یہ دونوں الگ الگ سمتوں کو نہیں جا سکتے کہ ایک کے لیے نور نازل ہو رہا ہو دوسرا ظلمت میں جا رہا ہو یہ ممکن نہیں ہے۔ چونکہ یہ دونوں اتنے یکجا ہیں کہ دونوں کی کیفیت ایک سی ہوتی ہے تو اُس کیفیت کو پانے کے لیے اگر انسان تنہا بھی ذکر کرتا ہے تو اُسے توجہ قدرتی طور پر مشائخ سلسلہ کی نصیب ہوتی ہے۔ خواہ وہ دُنیا کے کسی گوشے کسی کونے میں کسی لمحے ذکر شروع کرے تو اُس پر توجہ آنا نصیب ہو جاتی ہے تو اَب اُس توجہ کو جذب کرنا اُسے وصول کرنا اُسے اپنے لطائف میں رچانا بسانا یہ اُس کی اپنی قوت ہے اُس توجہ پہ جو وہ سانس لینے کے عمل میں یا اپنی سوچ کو جو وہ سانس کے ساتھ COORDINATE کرتا ہے اُس کے ساتھ ملاتا ہے یا وجود کی حرکت سے یا اُس ذکر سے جو وہ قلب کے ساتھ کر رہا ہے اِن سب چیزوں کی یکسوئی اور یکجائی کو اُس انجذاب میں اُن انوارات کو جذب کرنے میں ایک دخل ہے جتنی جتنی اِن میں یکسوئی ہوتی جائے گی اتنی اتنی قوت جاذبہ زیادہ کام کرے گی اور جتنی آپ کی قوتِ جاذبہ زیادہ ہوتی جائے گی اتنے انوارات مزید آتے چلے جائیں گے۔

تو یہ ہے چھوٹا سا ایک طریقہ آسان سا جو ہم اپنے ذکر کی تعبیر یا اس کو سمجھنے کے لیے کرتے ہیں اور میرے خیال میں صاحبِ مجاز یا امرا، حضرات یا وہ لوگ جو ذکر کراتے ہیں اُنہیں سب سے

زیادہ ضرورت ہے اِس کے سمجھنے کی۔ مَیں نے کئی دوستوں سے اِس کی مختلف تعبیریں سُنی ہیں کہ وہ سُن کر اپنے طور پر سمجھ لیتے ہیں پھر وہی اِس کی آگے دوسروں کو تلقین کرتے رہتے ہیں اِس کی اصلاح نہیں کرتے تو یہ سب احباب بڑے غور سے جو یہاں موجود نہیں ہیں انہیں پہنچا دی جائے کہ

> ہمارے طریقہ ذکر میں سانس سے ذکر نہیں کیا جاتا ذکر دل سے کیا جاتا ہے. سانس اِس لیے تیزی سے لی جاتی ہے کہ بدن میں خون میں ایک حدّت کا ایک خاص درجہ پیدا ہو تاکہ انوارات کو جذب کرنے کے لیے ایک خصوصیت حاصل ہو جائے اور سانس لینے کے عمل میں لفظ اللہ ھُو کو قائم رکھنے میں ذہن بھی مصروف ہو جائے۔ اور اُسے بھی توجّہ ذکر کی نصیب ہوتی ہے۔ وہ ذکر کی طرف متوجّہ ہو جاتا ہے۔ اگر آپ یہ سوچنا چھوڑ دیں تو ذہن دوسری طرف چلا جائے گا وہ یکسوئی جو انوارات کو اور توجّہ کو جذب کرنے کے لیے ضروری ہے. وہ نصیب نہیں ہوگی تو جو نتیجہ اِس پر مرتب ہونا چاہئے وہ نہیں ہوگا۔

ثواب ہونا ایک الگ بات ہے اور کیفیات کو نقد حاصل کرنا ایک الگ بات ہے۔ ایک آدمی نماز ادا کرتا ہے اُس نے خواہ بے دلی سے کر لی، زبردستی کر لی اپنے وقت پر شرائط کے ساتھ پڑھ لی تو ثواب کا مستحق ہے اُس نے وہ حکم پُورا کر دیا جو نماز کے لیے ہے لیکن اُسی نماز میں اُن کیفیات کو جو اللہ کی تجلیات کے منعکس ہونے سے پیدا ہونی چاہئیں نقد وصول کرنا یہ الگ بات ہے۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ اُس کا ہر سجدہ اُسے ایک کیفیت دے اُس کا ہر قیام اُسے ایک لذت دے اُس کی ہر تسبیح اُسے اُس کا بدلہ دے تو اُس کے لیے ایک خاص توجہ ایک خاص محنت ایک خاص مجاہدے کی ضرورت پڑے گی۔

یہی حال اِس ذکرِ قلبی کا ہے۔ اِس کا صرف ہم ثواب نہیں، ثواب سے بہت آگے کی طلب اور توقع رکھتے ہیں جمالِ باری کی تمنا رکھتے ہیں وصولِ الٰہی کی توقع رکھتے ہیں اور اُن کیفیات اور اُن لمحات کی توقع رکھتے ہیں۔ جو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائے۔ اَنْ تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم بچشمِ خود اُس کے جمال کا مشاہدہ کر رہے ہو تم رُوبرو اُس کے اُس لمحے کو اُس کیفیت کو پانے کی تمنا رکھی جاتی ہے۔ اُس کے لیے یہ زائد محنت کی جاتی ہے۔ جو یہ تمنا نہیں کرتا وہ یہ زائد محنت نہ کرے جو یہ طلب رکھتا ہے اُس پر اُس کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں کہ وہ کیوں محنت کرے ایک آدمی دال روٹی پہ گزارا کرتا ہے اور ٹانک نہیں لگاتا اُس کی اپنی مرضی......

اللہ نے طریقہ ذکر پر کوئی پابندی نہیں لگائی دیکھو کتنی کھلی بات ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو۔ کوئی پابندی نہیں لگائی تو صرف ایک پابندی ہوگی۔ طریقہ ہائے ذکر میں کہ ذکر کی آڑ لے کر کوئی ایسا انداز کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کیا جائے جو شرعاً ممنوع ہو کسی دوسرے کے آرام میں مخل ہو یا واویلا کرنا یہ غیر شرعی انداز میں شعر و شاعری کرنا یا اس طرح کے گانے بجانے شروع کر دینا یا اور کوئی بھی ایسا طریقہ جو شرعاً ممنوع ہو وہ اس آڑ میں اختیار نہیں کیا جا سکے گا کہ ذکر کا ہر حال میں حکم

ہے لیکن وہ حال ممنوع ہے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع کر دیا اور جس حال سے کسی طرح، جس طریقے سے جس کا کوئی منع کا ثبوت نہیں ملتا۔ اُس سے کسی کو ذکر سے روکا بھی نہیں جاسکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے اپنے سلاسل کے لوگوں کے اپنے مشائخ عظام کے اپنے اپنے تجربات اور عمروں کا حاصل ہے۔ کہ کس نے کس طریقے سے کیا اور زیادہ فائدہ ہُوا۔ اِس میں ایک دُوسرے سے اُلجھنا بھی مناسب نہیں۔ جو جس طریقے سے کرتا ہے اگر وہ شرعی حدود کے اندر ہے تو اُسے حق حاصل ہے نہ ہم کسی پر اعتراض کر سکتے ہیں نہ کوئی ہم پہ کر سکتا ہے۔ سوائے اِس کے کہ ہم میں سے کوئی بھی طریقہ شرعی سے تجاوز نہ کرے۔ یہ الگ بات ہے اُس سے روکنا یا اُس پر اعتراض کرنا یا اُس سے منع کرنا سمجھانا یہ دوسری بات ہے لیکن محض اِس لیے اعتراض کرنا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی تو ہر آدمی کو سمجھانے کے ہم مکلف بھی نہیں جو شخص یہ کام کرتا ہی نہیں جو اِس جنس کا گاہک ہی نہیں جو اِس بازار ہی میں نہیں آتا اُسے سمجھانے کی کس کے پاس فرصت ہے۔ کون اتنا نکما اور فارغ ہے کہ جو اِس راستے پہ چلنا ہی نہیں چاہتا اُسے اُس راستے پہ آگاہ کرتے چل پڑے آپ نے کبھی کوئی ایسا انسان دیکھا کہ جس طرف جانا ہی نہیں چاہتا اُس کے ساتھ سر کھپاتا رہے کہ اِس راستے میں فلاں موڑ ہے۔ فلاں چڑھائی ہے اُسے جانا ہی نہیں تو اُسے سمجھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اُسے سمجھنے اور اعتراض کرنے کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔

لہٰذا ان فضولیات میں اُلجھے بغیر پوری توجہ سے پوری دلجمعی سے ذکر دل سے کیا جائے۔ قلبی طور پر کیا جائے۔ دل کو ذاکر کرنے کے لیے اِس کے ساتھ عقل کو بھی، سانس کو بھی اپنی پوری توجہ کو بھی لگائیں۔ ھر آنے والا سانس اپنے ساتھ لفظ "اللّٰہ" کو دل کی گہرائی تک لے کر جاتا ھُوا محسوس کریں اور باھر سانس چھوڑیں تو اس کے ساتھ لفظ "ھو" خارج ھو۔ اور ھُو کی چوٹ اُس لطیفے پہ لگے جو آپ کر رہے ھیں۔ یہ ھمارا طریقہ ذکر ھے۔ اس کا آسان سا اسلوب۔ لطائف میں ذکر کرتے ھُوئے غفلت نہیں آنی چاھیے۔ نیند نہیں آنی چاھیے مانع فیض ھے۔

جس طرح بات کرنے سے حدت ختم ہو جاتی ہے اُسی طرح لطائف میں غفلت آنے اور توجہ کے ہٹ جانے سے وہ وہ گرمی رخصت ہو جاتی ہے۔ اور انوارات منقطع ہو جاتے ہیں۔ لطائف جاگ کر کریں۔ ہوش سے کریں سمجھ کر کریں جوش سے کریں، تیزی سے کریں، قوت سے کریں تو ان چیزوں کو جتنا آپ پائیں گے اتنی برکات زیادہ ہوں گی۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

جناب صوبیدار محمد اسحاق صاحب امیر جماعت گڑھی کپورہ ضلع مردان ۱۸ جون ۱۹۹۱ء کو وفات پاگئے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

میرے والد محترم جناب محمد جمال صاحب کا انتقال ۲ رمضان المبارک بروز جمعہ ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ساتھیوں سے گذارش ہے کہ اس کی مغفرت اور ترقی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔

# مقامِ فکر

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام اپنی ابتدا سے لے کر آج تک جتنی منازل سے گزرا ہے اور جتنا سفر چودہ سو سال کا اس نے طے کیا ہے اس میں بے شمار ایسے مقام بھی آئے ہیں جب یہ پوری قوت پوری شان سے جلوہ گر ہوتا ہے اور بے شمار ایسے نازک موڑ بھی آئے ہیں کہ جب دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ شاید اسلام کا نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ نہ جائے لیکن ان ہر دو حالتوں میں اسلام کا نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ نہ جائے لیکن ان ہر دو حالتوں میں اسلام کا یہ قانون اپنی جگہ قایم رہتا ہے کہ نہ یہ اس وقت کسی سے ایسی اپیل کرتا ہے کہ خدا کے لئے تم اسلام قبول کر لو ورنہ یہ مٹ جائے گا اس بات کا انحصار تمہارے قبول کرنے پہ تم یہ احسان کرو اور نہ جب اس کے پاس حکومت اقتدار شان وشوکت ہوتی ہے تو کسی پر حکم چلاتا ہے کہ تم مجھے قبول کر لو ورنہ تمہاری گردن کاٹ دی جائے گی یہ ہو گا وہ دونوں حالتوں میں ایسا کبھی نہیں ہوتا ۔

دراصل اسلام اس معاملے کا نام ہے جو بندے اور اس کے خالق کے درمیان ہے اس میں تیسری ہستی نبی اور رسول کی ہے جو اللہ کا پیغام اللہ کی کتاب اور وہ کیفیات جن کی اس بندے کو ضرورت ہے اس کو پہنچاتا ہے لیکن اس کے بعد اسے نہیں کہتا کہ تم ازراہ کرم اس لئے مان لو کہ اسلام کو تمہاری ضرورت ہے تم نہیں مانو گے تو یہ مٹ جائے گا ایسی بات کبھی نہیں ہوتی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ پیغام دیا تو حال یہ تھا کہ روئے زمین پر رب کریم کے نام کو جاننے والا کوئی نہیں تھا اس کی صفات سے واقف کوئی نہیں تھا کوئی پیشانی اس کی بارگاہ میں جھکنے والی نہیں تھی اس زمانے کو عہد فترت اپنے خالق سے کٹا ہوا علیحدگی کا عہد اور علیحدگی کا دور کہا جاتا ہے لیکن جو بات کہی وہی اول روز کہی اور جب دنیا مسخر ہو چکی تھی اور بہت بڑی ریاست پر حکومت تھی ۔ اسلامی تب بھی وہی بات تھی اور پھر جب بے شمار انقلابات آئے عیسائیوں کے ہاتھوں مسلمان قتل ہوئے یہودیوں کے ہاتھوں رسواء ہوئے تاتاریوں نے تباہی کی اور بے شمار طاغوتی طاقتوں نے طرح طرح کے حملے اور طرح طرح کی نظریاتی بھی اور دوسرے طریقوں سے بھی عام حملے کئے لیکن اسلام کی یہ بات اپنی جگہ قائم رہی ۔

میں تمہیں ایک بات بطور نصیحت کے کہتا ہوں ایک بات بطور نصیحت کے بطور تمہاری بہتری کے تمہیں

ایک مشورہ دیتا ہوں اللہ کے لئے خالی الذہن ہو کر پارٹی اور گروہ اور اپنی جماعت بندی سے الگ ہو کر خاندانی ملکی سیاسی جھمیلوں سے کٹ کر اکیلے اکیلے یا دو دو لیکن صرف اللہ کے لئے تمام دنیوی الائش سے علیحدہ ہو کر اپنی سیاسی وابستگیاں ہیں ان سے جو ذاتی وابستگیاں ہیں اسے اپنے جو نفع و نقصان کے تعلقات ہیں ان سے تمام اپنی ان چیزوں سے کٹ کر صرف اللہ کے لئے فرمایا چند لمحے سوچو تو سہی ثم تتفکروا تنہا صرف اللہ کے لئے کھڑے ہو کر تھوڑی دیر تفکر تو کرو سوچو تو سہی مابصاحبکم من جنۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ پاگل تو نہیں لگتے کتنی عجیب بات قران کہتا ہے کہ لوگو! جب تم حضورؐ کی بات نہیں ماننا چاہتے جب تم اپنی مرضی سے کام کرنا چاہتے ہو' جب تم یہ سمجھتے ہو کہ حضورؐ کے حکم کے مطابق کام کریں گے تو ہمارا مادی نقصان ہو گا یا ہماری عزت کم ہو جائے گی یا ہمارا سیاسی نقصان ہو گا یا ہم کسی طرح سے خسارے میں چلے جائیں گے تو اس سے مراد تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم عقل کے معیار میں یا ان امور کو سمجھنے کے معیار میں یا دنیوی باتوں میں یا ان چیزوں میں کہیں مجھ سے آپ سے ہم لوگوں سے یا ایسا کرنے والوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ پیچھے تھے

قران دعوت فکر دیتا ہے فرمایا اپنی جماعتی وابستگیاں قبائلی وابستگیاں اپنی علاقائی وابستگیاں سیاسی وابستگیاں یہ سب چھوڑ کر محض اللہ کے لئے تنہا بیٹھ کر یا کسی قریبی رفیق کو یا میاں بیوی بیٹھ کر یا باپ بیٹا بیٹھ کر یا دو بھائی بیٹھ کر خالصتاً اللہ کے لئے یہ بات سوچو تو سہی کہ کیا کہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ پاگل تھے ۔ کہ آپؐ نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس کو مان کر کسی کی سبکی ہوتی ہے جسے مان کر ماننے والے کا نقصان ہوتا ہے جسے مان کر ماننے والے کی توہین ہوتی ہے جس پر عمل کر کے آدمی کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے اگر ایسی کوئی بات کہہ دی ہے تو یہ تو کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ میرا نبی پاگل تو نہیں تم کچھ بھی کر لو تم تاریخ انسانیت دیکھ لو تم انسانوں کے کمالات کا موازنہ کرو تم زندگی کے کسی پہلو کو لے کر چل پڑو کسی چرواہے سے لے کر بڑے سے بڑے سلطان تک زندگی کا ہر پہلو تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات طیبہ میں نظر آئے گا اور کہیں تمہیں ناکامی نظر نہیں آئے گی کتنی عجیب بات ہے کہ بیک وقت ایک ہی ہستی تمہیں ایک ان پڑھ اور ایک جاہل معاشرے میں جس میں کوئی سکول کوئی یونیورسٹی کوئی ادارہ نہیں اس میں ایک انپڑھ سی کیفیت میں جوانوں کے ساتھ جوانوں کے درمیان نظر آئے تمہیں ایک نو عمر نوخیز بچہ بکریاں چراتا نظر آئے تمہیں ایک نوجوان کاروبار تجارت کرتا قافلوں کے ساتھ سفر کرتا نظر آئے تمہیں ایک جوان آدمی شب کی تنہائیوں میں پہاڑوں کی غاروں میں بیٹھا ہوا ذکر الہی کرتا نظر آئے تم دیکھو تو تمہیں ایک آدمی پوری انسانیت کے سامنے تنہا کھڑا دعوت فکر دیتا نظر آئے تم دیکھو تم تو تمہیں ایک ہی کچے سے گھروندے میں بیٹھنے والا استاد تمہیں ایسے علوم پڑھاتا نظر آئے کہ وہ انسانیت کی ابتدا کی طرف نگاہ کریں تو عالم امر تک ان کی نگاہیں بڑھتی چلی جائیں اور انجام کی ابتداء کی طرف نگاہ کریں تو عالم امر تک ان کی نگاہیں بڑھتی چلی جائیں اور انجام کو دیکھنا چاہیں تو میدان حشر کو کراس کر جائیں تم دیکھو تو تمہیں بدرو احد کا جرنیل نظر آئے تم دیکھو تو تمہیں غیر ملکی وفود کو وصول کرتا بہت بڑا سیاست دان عالمی سیاست پر تبصرہ کرتا نظر آئے اور تم دیکھو تو ایک بہت بڑا فاتح اس شہر کو فتح کر کے اس میں داخل ہو رہا ہے ہو جہاں اسے اسے ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا تمہیں اس کے عفوو درگزر کی کوئی جھلک نظر آجائے تم زندگی کا کونسا پہلو دیکھنا چاہتے ہو ۔

تم کسی عیالدار کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس کثیر الازواج ہستی کو دیکھو جس کے جتنے گھر ہیں اتنے اس کے سسرال بھی ہونگے اتنے ہی ان کے آگے رشتہ داریاں بھی ہونگی اتنی ہی اس پر ذمہ داریاں بھی ہونگی کہیں سے کوئی تمہیں طعنہ ملتا نظر نہیں آتا ہے پوری

تاریخ کے اوراق میں کہیں سے کوئی انگشت اٹھتی ہوئی نظر نہیں آتی ہے تمہیں کسی سیاسی معاملے پر کسی حکومتی معاملے پر کسی تربیت کے معاملے پر کسی عدالتی فیصلے کے معاملے پر کسی تعلیم و تعلم کے معاملے پر کسی تربیت کے معاملے پر کسی عدالتی فیصلے کے معاملے پر کسی جہاد کے معاملے پر کسی حکومت و سلطنت کے کے امر میں مابصاحبکم من جنتہ ہمارا محبوب پاگل تو نظر نہیں آتا تم کیا سمجھتے ہو ۔ تمہارا کیا خیال ہے ؟ تم نے کیا سمجھا ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ سنت کے خلاف وہ بہت مناسب ہے اس کا مطلب ہے معاذ اللہ کہ سنت جس ہستی کی ہے اس کا شعور اس کا علم اس کا ادراک تم سے معاذ اللہ کم تر تھا ۔

فرمایا ایسی بات نظر تو نہیں آتی کہیں اکیلے بیٹھ کر تنہا بیٹھ کر باپ بیٹا بیٹھ کر بھائی بھائی بیٹھ کر استاد شاگرد بیٹھ کر محض اللہ کے لئے بیٹھ کر کبھی سوچو تو سہی ثم تتفکروا اور پھر دنیا میں تمہارے لئے جو بھلائی کا سمبل ہے جسے تم اچھائی کا معیار سمجھتے ہو وہ حکمران ہے یا وہ مفکر ہے یا وہ سیاستدان ہے یا وہ استاد ہے یا وہ کسی بھی شعبہ زندگی کا انسان ہے اسے میدان میں لاؤ اپنے میدان فکر میں اپنے دماغ میں اپنے ذہن میں اسے لاؤ اور اسے اپنے حبیب صلی اللہ صلی اللہ وسلم کے روبرو کھڑا کر کے دیکھو بھلا دیکھیں تو سہی ترازو کس طرف جھکتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں جتنا فکر کرو گے اتنی یہ بات تم پر واضح ہوتی چلی جائے گی کہ یہ کتنا عظیم انسان ہے کہ جو ہر ایک کو اس نقصان کی خبر دیتا ہے جو وہ نادانی میں اپنا خود کر رہا ہے ایسا ہمدرد انسان ہے ۔

تھوڑا یا معمولی نقصان نہیں بلکہ تم جو دانشمندانہ کام کرتے ہو تم جسے عقلمندی کہتے ہو ترک سنت کر کے خلاف سنت کر کے یا دین کے خلاف عمل کر کے جسے تم دانائی یا دانشمندی یا عقلمندی کہتے ہو وہ تمہیں اللہ کے شدید ترین عذابوں کی طرف لے جانے والی بات ہے اور یہ عجیب انسان ہے ایسا اللہ کا عجیب بندہ ہے ایسا کریم محبوب ہے کہ تمہیں بتانے آتا ہے کہ تم اپنا نقصان کر رہے ہو ۔

کتنی عجیب بات ہے ذرہ سوچو تم نے ایسا کوئی انسان دیکھا ہے جسے روئے زمین کے انسانوں کی فکر کھائے جا رہی ہو کہ یہ اپنا نقصان کر رہے ہیں کیسی عجیب بات ہے انہیں یہ نہیں کرنا چاہئے میں کس طرح سے انہیں روکوں میں میں کیسے سمجھاؤں میں انہیں کیسے بتاؤں کہ یہ اپنا نقصان کرنے سے باز آجائیں فرمایا تم فکر کر کے تم سوچ کر تم اپنی جماعتی وفاداریوں سے بالاتر ہو کر محض اللہ کے لئے کہیں بیٹھ کر سوچو اللہ فرماتے ہیں اس کے علاوہ تمہیں کیا نظر آئے گا یہی نتیجہ تمہارے سامنے نظر آئے گا اور ایسا عجیب اللہ کا حبیب ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے یعنی عجیب بات ہے تمہیں تمہارے نقصان سے بروقت مطلع فرماتا ہے تمہیں نقصان سے بچانا چاہتا ہے تمہیں تمہارے نقصان کی اس وقت خبر کرنا چاہتا ہے جب تم اس نقصان سے بچ سکنے کی پوزیشن اور حالت میں ہو جب تم اسی سوراخ کو پاٹ سکتے ہو اپنی توبہ سے اپنا کردار بدل کر اپنی سوچ بدل کر اپنی راہ بدل کر تم اس کی تلافی کر سکتے ہو اس وقت تمہارے لیے فکر کرتا ہے تمہارے لئے محنت کرتا ہے راتوں کو جاگتا ہے سفر کرتا ہے تکلیفیں اٹھاتا ہے اور ساری محنت اس لئے کرتا ہے کہ تمہیں تمہارے نقصانات کا بروقت پتہ چل جائے اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ تم سے مطالبہ کوئی نہیں کرتا کہتا ہے ۔ ان اجری الاعلی اللہ میں اپنی مزدوری اللہ سے لوں گا تم سے مجھے لینا کچھ نہیں جس کا پیغام میرے پاس ہے میرے لئے یہ کافی ہے کہ تم اس کی مخلوق ہو ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ویرانے میں آگ جلائی اور رات تاریک ہو جنگل ہو اور اس میں پروانے آگ دیکھ کر جمع ہو جائیں اور اس میں گرنا شروع ہو جائیں اور وہ پکڑ پکڑ کر انہیں آگ سے بچا رہا ہو اور انہیں باہر پھینک رہا ہو لوگ دوزخ کی طرف لپکتے ہیں چھلانگیں لگاتے ہیں اور جو میرے ہاتھ میں آجائے میں انہیں کھینچ کھینچ کر باہر کھینچتا ہوں ۔

یہی بات رب جلیل نے فرمائی فرمایا تمہیں جن کو اپنی عقلوں پہ ناز ہے جن کو اپنی تہذیبوں پر فخر ہے

جن کو اپنی سوسائیٹیوں کو جنہیں بڑے مہذب سمجھتے ہو اور بڑا اس پہ تمہیں فخر ہے کہ ہم بہت آگے نکل گئے ہیں ہم انسانیت کو بہت کچھ دے رہے ہیں فرمایا تمہیں یہ کچھ دے رہے تھے کہ تم سارے انسانیت کو لے کر جہنم کے کنارے پہ کھڑے تھے دوزخ اور انسانوں میں صرف زندگی کی ڈور بندھی ہوئی تھی جس کا دم نکلتا تھا وہ جہنم میں گرتا تھا ۔ یہ میرے نبی کی بعثت تھی جس نے تمہیں وہاں سے اچک لیا جھپٹ لیا تو یہ اتباع سنت اطاعت نبوت دین پہ عمل جسے ہم بوجھ سمجھے ہوئے ہیں یہ ہمارے انداز فکر کا ایک رخ ہے کہ ہم یہ سمجھے ہیں کہ یہ ہم نے مسلمانی کی مصیبت اپنے گلے ڈال لی کمانے پہ جاؤ تو ساتھ اس کی پابندی ہے خرچ کرنے لگو تو ساتھ پابندی ہے سونے کا وقت ہو تو نماز کے لئے آذان ہو جاتی ہے کھانے پینے کے اوقات کھانے پینے کی اشیاء حلال حرام لیکن یہ بھی تو سوچو ۔

کہ دوعالم کا سکون ان حدود الٰہی کے اندر اندر ہے جو ان کو عبور کر جاتاہے وہ دو عالم برباد بھی تو کر بیٹھتا ہے پھر کتنا پیارا لگتا ہے وہ شخص جس نے ان حدود کی نشان دہی کر دی ان پہ چلنا آسان کر دیا ہو اور کتنا پیارا لگنا چاہئے حدود سے باہر جانا گوارا ہی نہ کریں دو درجے ہیں نا مسلمانی کے ایک اسلام تو یہ ہے کہ ہم نے کتابوں میں پڑھ لیا ہم نے بزرگوں سے سن لیا ہم نے جان لیا یہ حدود الٰہی ہیں ایک یہ ہے کہ ہمیں کیفیات نصیب ہو جائیں کوئی چسکا کوئی عادت کوئی خو بھی کوئی کیفیت دل میں دولیعت ہو جائے تو ان حدود سے باہر جانے کو جی ہی نہ چاہئے اصل اندازہ عظمت کا حقیقی اندازہ عظمت کا اور حقیقی لطف محبت کا تب آتا ہے جب یہ کیفیت نصیب ہو جائے کہ جو آقا فرما دیں اس کے خلاف مزاج کے خلاف بن جائے بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں بڑی چھوٹی چھوٹی لیکن یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ایک بہت بڑی باتی بتا دیتی ہیں ۔

ہمارا یہ علاقہ ہے نا کوہستان نمک کا یہ چکوال سے اس طرف اور کھیڑے سے اس طرف یہ علاقہ ہے آپ سارے میں پھرتے ہیں یہاں جب آپ کی بس آئے گی تو سڑک پر یا پتھر پڑے ہونگے یا پاس سے گزرنے والا بچہ بس کو پتھر مار دے گا یہ چھوٹا سا حادثہ ہے معمولی سی بات لیکن یہ بتا دیتا ہے کہ یہاں رہنے والے لوگوں کا مزاج کیا ہے یہ بظاہر کوئی بڑی بات نہیں کہ آپ کی کار جا رہی ہے بچے نے کنکر پھینک دیا کیا فرق پڑا یا آپ گزر رہے ہیں سڑک پر ایک پتھر پڑا ہے آپ دوسری طرف سے ہو کر گزر جائیں گے لیکن اگر آپ تھوڑی دیر سوچنا چاہیں تو آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں جو لوگ رہتے ہیں ان کا مزاج کیسا ہے کیسے آدمی ہیں یہ چھوٹی چھوٹی باتیں انسانی مزاجوں کی عکاسی ہوتی ہیں اورجو لوگ ان علوم کے ماہر ہوتے ہیں وہی انہیں باتوں سے نتائج اخذ کر سکتے ہیں آپ نے ڈاکٹر کو دیکھا وہ آپ کی چھوٹی چھوٹی حرکات کھانسی آئی ہلکی سی آپ نے پانی مانگ لیا آپ کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے اس سے ڈاکٹر بہت کچھ پڑھ لیتا ہے عام آدمی کو کچھ نہیں سمجھ آتی کہ اس کا چہرہ تھوڑا سا لال ہو رہا ہے اس کی آنکھیں پیلی ہو رہی ہیں اس نے پندرہ منٹوں میں تین دفعہ دو دو گھونٹ پانی پیا ہے عام آدمی کو اس سے کیا فرق پڑے گا لیکن ڈاکٹر اس سے بہت کچھ پڑھ لیتا ہے اسی طرح یہ چھوٹے چھوٹے واقعات جو ہیں نا یہ پوری تہذیب کے عکاسی ہوتے ہیں ایک صحابی مسجد نبوی میں حاضر ہوئے صحابہ کے پاس اس وقت بہت تنگ دستی تھی ابتدائی ساڑھے تین سال تقریباً مدنی زندگی کے بھی نہایت ترشی میں بھی اور تنگی میں بھی گزرے ساڑھے تین برسوں تک راتوں کو بھی اسلحہ کھولا نہیں جاتا تھا زرہ پہنی ہوئی ہوتی تھیں صحابہ نے اور تلواریں چارپائی پر بھی پاس رکھا کرتے تھے اعتبار نہیں ہوتا تھا کہ سوتے میں بھی کافر ٹوٹ پڑیں کھانے کو کبھی دو وقت کبھی ایک وقت کبھی اللہ ہی کا نام سارا دن چلتا تھا اسی حال میں بھی وہ اللہ کے بندے اس بات پر خوش رہتے تھے کہ ہمیں حضورؐ کی رفاقت تو میسر ہے

اور کیا چاہئے تو کسی صحابی کو سرخ رنگ کی چادر مل گئی اکثر صحابہ کا حال یہ ہوتا تھا کہ ایک ہی چادر ہے اسے کمر سے لپیٹ کر اس کے لڑ پیچھے لے جا کر گردن کے پیچھے گرہ ڈال دیتے تھے تاکہ سینہ بھی ڈھک جائے بس یہی لباس ہوتا تھا اور ملتا کچھ نہیں تھا

بعض کے پاس دو دو چادریں ہوتی تھیں ایک کا تہ بند ایک اوپر اوڑھ لیتے تھے بعض نے ایک چادر کو درمیان سے پھاڑ کر اس سے گلا نکال کر آدھی آگے آدھی پیچھے گرا کر یہی قمیض ہوتی تھی اس حال میں بھی وہ لوگ خوش تھے تو ایک صحابی کو سرخ رنگ کی چادر مل گئی انہوں نے اوپر اوڑھ لی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مسجد نبوی میں وہ بیٹھے تھے آپ نے فرمایا سرخ چادر لینا مناسب نہیں مردوں کو نہیں اوڑھنی چاہیئے پھر کئی دن آپ نے وہ چادر نہیں دیکھی تو آپؐ کو خیال گزرا آپؐ نے انہیں پوچھ لیا کہ میں نے تمہارے پاس چادر دیکھی تھی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جلا دی اس تنگی میں جب آپ کے پاس کپڑے نہیں آپ نے کیوں جلا دی حضورؐ آپ نے پسند نہیں کی تھی فرمایا میں نے تو کہا تھا کہ مردوں کے لئے مناسب نہیں ہے تو نے بیوی کو دے دی ہوتی کہنے لگے حضورؐ جو چیز آپ کو پسند نہ آئے اگر میرا بس چلے تو وہ جہان پر رہے کیوں ؟ وہ باقی کیوں رہے جب آپ ہی کو پسند نہیں ہے تو اس کے رہنے کا جواز کیا ہے اور اس کی ضرورت کیا ہے ہمارے اختیار میں وہ کیوں رہے یہ بظاہر ایک چھوٹا سا واقعہ ہے لیکن ایک پوری تہذیب کی عکاسی کر جاتا ہے ۔

تو قرآن حکیم نے زبردستی نہیں کی گردن میں رسہ ڈالنے کا حکم نہیں دیا کسی کو گن پوائنٹ پر نہیں رکھا کسی کو یہ دھمکی نہیں دی کہ سجدہ نہیں کرو گے تو تمہارا کھانا پانی بند ہو جائے گا لیکن یہ ضرور فرمایا ہے کہ دیکھو ایک ایسا بندہ جس کی نظیر تم تاریخ انسان میں تلاش نہیں کر سکتے جو تم سے کچھ لینا چاہتا جو صرف تمہیں دینا چاہتا ہے تم اس کی بات پر غور و فکر بھی نہیں کر سکتے تم سوچ نہیں سکتے تنہا بیٹھ کر الگ ہو کر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے تمہارے اپنے لئے کیا بہتر ہے کتنی وسعت نظر دے دی ہے اس ہستی نے تمہیں کیسی عجیب ہستی ہے کہ اس نے دو عالم کھول کر تمہارے سامنے رکھ دئے تم ایک بات یہاں کرتے ہو ایک چیز یہاں خریدتے ہو یا چھینتے ہو خریدنے سے کیا ہو گا اور چھیننے سے کیا ہو گا اس نے تمہیں ان دونوں کا نتیجہ وہ بتا دیا جو تمہیں حشر میں جا کر دکھائی دے گا تم ایک کام اللہ کے حکم کے مطابق کرتے ہو اس کے خلاف کرتے ہو دونوں پر کیا مرتب ہو گا اس ہستی نے تمہیں وہ بات بتائی جو تمہیں حشر میں جا کر پتہ چلے گی اور ہر کسی کی آنکھ کھلے گی وہاں تو کافر بھی کہے گا کہ یہ تو غضب ہو گیا بات تو وہی بن گئی بھئی اب اگر ہمیں فرصت ملے کاش اب ہمیں واپس جانے کا ایک موقع دیا جائے تو دیکھو کیسی ہم نیکیاں کرتے ہیں اللہ فرمائے گا وہ بات گئی وہ وقت گیا رات گئی بات کیا اب ذکر ہی کیا چھوڑئے اب وہ رات گئی بات گئی اب تو وہ وقت گیا وقت وقت کی بات ہوتی ہے وہ وقت گزر تو گیا وہ فرعون نے عندالموت کہا تھا امنت برب موسیٰ وہارون یعنی کبھی تو رب العٰلمین کا نام سننا گوارا نہیں کرتا تھا اور پھر موسیٰ اور ہارون کے رب تک آ گیا اللہ نے فرمایا آلْاٰنَ وقد کنت من الکٰفرین اب تو تیری آنکھیں کھل گئیں موت سامنے ہے نزع کا وقت ہے فرشتے تجھے نظر آ رہے ہیں آخرت تیرے سامنے منکشف ہے اب تو تو کیا تجھ سے بڑا بھی کوئی ہو تو وہ مانے گا اب نہیں اب تو وقت گیا جب ماننے کا وقت تھا تو انکار کرتا رہا تو قرآن حکیم نے ہر عہد میں یہ بات بتائی ہے قرآن نے اس عہد میں بھی فرمائی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دو یا چند لوگ تھے اسلام بہت غریب فقیر مفلس تھا اس عہد میں بھی جب اسلام کا سورج پوری دنیا پر چمکتا تھا اور آج بھی جب اسلام پر غیر ملکی تہذیبوں اور غیر فطری تہذیبوں کے حملے ہو رہے ہیں پھر بھی قرآن حکیم کی دعوت وہی ہے کہ خدا کے لئے تنہا بیٹھ کر دو دو بیٹھ کر اپنے کسی دوست اپنے کسی استاد اپنے کسی بزرگ کے ساتھ بیٹھ کر محض اللہ کے لئے سوچو تو سہی کوئی تمہیں کائنات میں ایسی نظیر ملتی ہے جتنا کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو پھر کیا وجہ ہے آپ ہی کی بات نہیں مانتے تو پھر کس کی مانو گے بڑی سادہ سی بات ہے اللہ کریم ہمیں اتباع رسالت اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیں اور ہمارے حال پر مہربانی فرمائیں

( وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین )

# اجتماعی ذکر

## لاہور

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ اویسیہ - کالج روڈ ٹاؤن شپ | روزانہ | صبح و بعد مغرب |
| ○ مسجد حنفیہ، رحمان گلی نزد پرانا کراؤن اڈہ | جمعہ | ۸ بجے صبح |
| ○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر لاہور کینٹ | ہفتہ و منگل | بعد مغرب |
| ○ مسجد خضریٰ سمن آباد | سوموار | 〃 |
| ○ مسجد شان اسلام بی - ۲ گلبرگ ۳ | روزانہ | 〃 |
| ○ مسجد دار الشفقت، چوک یتیم خانہ، ملتان روڈ | 〃 | صبح و بعد مغرب |
| ○ مسجد نور - چوک داد و غنو والا - واہگہ روڈ | 〃 | بعد مغرب |
| ○ اقبال مسجد پریم نگر نزد ایم اے او کالج سانڈہ روڈ | 〃 | 〃 |
| ○ مسجد کھجور والی سید مٹھا بازار - اندرون لوہاری گیٹ | 〃 | 〃 |
| ○ ماسٹر رشید احمد مکان نمبر ۲۲ گلی نمبر ۴۶ وسن پورہ کشمیری محلہ | 〃 | 〃 |

## گجرات و کھاریاں

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ کوٹھی جناب لک صاحب گجرات | ہر ماہ کا تیسرا جمعہ | ½ ۱۰ بجے صبح |
| ○ فرید کارز شاپ کھاریاں کینٹ | جمعہ | بعد نماز جمعہ |
| ○ عسکری مسجد، ساؤتھ کالونی کھاریاں | سوموار | بعد مغرب |

## بورے والا - وہاڑی

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ جامعہ انوار القرآن چک ۱۴۲ E-B | ہر ماہ کا تیسرا جمعہ | بعد مغرب |

## نوشہرہ (سرحد)

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر - طفیل روڈ | جمعرات | بعد مغرب |
| ○ مسجد درزیاں - کیولری روڈ | روزانہ | 〃 |
| ○ مسجد ایم - ای - ایس - طفیل روڈ | اتوار و بدھ | 〃 |
| ○ مسجد میڈیکل سٹور - مانکی روڈ | پیر و منگل | 〃 |

## چترال

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ مسجد سید آباد - چترال | روزانہ | فجر و عصر |
| ○ مسجد جامع پرانا بازار - دروش | منگل | ظہر |
| ○ مسجد اتالیق بازار چترال | جمعہ | بعد نماز جمعہ |
| ○ نیو مسجد دار العرفان، بمبریت | روزانہ | صبح و شام |
| ○ مسجد سکندر، میرکھنی | 〃 | 〃 |

## فیصل آباد

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ گول مسجد پی ڈبلیو ڈی بالمقابل اڈہ جی ٹی ایس | ہر ماہ کی پہلی اور تیسری جمعرات | بعد مغرب |

## گوجرہ

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ مسجد الخضرا - پرانی غلہ منڈی | ہر ماہ کی دوسری جمعرات | بعد مغرب |

## ٹوبہ ٹیک سنگھ

| مقام | دن | وقت |
|---|---|---|
| ○ مرکزی جامع مسجد | روزانہ | بوقت تہجد و بعد مغرب |
| وضلعی ماہانہ اجتماع | ہر ماہ کا آخری بدھ | |

## کراچی

| مقام | دن | وقت | |
|---|---|---|---|
| ○ جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ فیز II ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی | ہر جمعرات | بعد نماز مغرب | کرنل محبوب صاحب ۵۴۴۹۹۰ |
| ○ جامع مسجد عثمان بن عفانؓ محمد علی سوسائٹی، کراچی | ہر جمعہ | بعد نماز جمعہ | 〃 |
| ○ مسجد طوبیٰ فیز I ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی | روزانہ | بعد نماز مغرب | 〃 |
| ○ جامع مسجد اسکول آف آرمی ایئر ڈیفنس ملیر کینٹ کراچی | روزانہ | بعد نماز تہجد اور بعد نماز مغرب | کیپٹن خورشید احمد ۵۴۴۱۲۴ |
| ○ جامع مسجد KARSAZ زنوی | روزانہ | بعد نماز مغرب | چوہدری بشیر احمد KARSAZ |
| عالمگیر مسجد، ماڈل کالونی - کراچی | روزانہ | بعد نماز مغرب | چوہدری شبیر احمد ۴۰۱۵۴۴ |
| ○ جامع مسجد مدینہ، بلال کالونی، کورنگی کراچی | روزانہ | بعد نماز تہجد اور بعد نماز مغرب | مفتی عبدالمنان صاحب |
| ○ نیول کالونی، ڈالمیاں SRE III کوارٹر نمبر ۱۱۳/۵ | روزانہ | 〃 | قاضی محمد اعظم صاحب |
| ○ اویسیہ سفریات الکرم اسکوائر لیاقت آباد نمبر ۱۰ | روزانہ | بعد نماز مغرب | غلام مصطفےٰ صاحب ۶۲۲۰۱۲ |

کراچی کے احباب رابطے کے لیے کسی بھی وقت اور کسی بھی مندرجہ بالا فون نمبروں پر بات کر سکتے ہیں۔

# عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اس دنیا کا نظام ہی ایسا ہے کہ رب جلیل کے قانون کے مطابق ہر ایک چیز آتی جاتی رہتی ہے ہر طلوع ہونے والے سورج کو ہم غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھتے ہیں ہر چھانے والی رات کو ہم صبح بدلتا دیکھتے ہیں ' گرمیوں کو سردیوں میں اور سردیوں کو گرمیوں میں ' بہار کو خزاں اور خزاں کو بہار سے ' یہ سب کچھ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے ہم زندگی کے ساتھ موت کو دیکھتے ہیں ان تمام انقلابات کو دیکھنے کے باوجود بھی پھر ہم شاید اسقدر بے خبر کیوں ہو جاتے ہیں کہ ہم ذرہ ذرہ سی قدرتی تبدیلیوں پر مایوسی ' پریشانی یا بے صبری کا شکار ہوجاتے ہیں شاید اس لئے کہ بنیادی طور ہم اپنے آپ کو ان تبدیلیوں کے لئے تیار نہیں کرتے اور نہ کرنا چاہتے ہیں دوام صرف ذات باری کو ہے اس کے علاوہ ساری مخلوق مختلف حالتوں میں تبدیل ہوتی رہتی ہے مختلف حالات آتے اور جاتے رہتے ہیں اور یہی تبدیلی جو ہے دراصل یہ قدرت کا بہت بڑا وعظ ہے

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں ہے کوئی نصیحت کرنے والا نہیں ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ کس طرح لوگوں سے گھر چھڑوا دیتی ہے دوست چھڑوا دیتی ہے محبوب چھڑوا دیتی ہے والدین چھڑوا دیتی ہے۔ کاروبار چھڑوا لیتی ہے کس کس طرح کے انسان کتنی بے بسی سے ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ کر چل پڑتے ہے اس تبدیلیوں میں ایک تبدیلی کا نام موت بھی ہے یعنی بچپن لڑکپن جوانی بڑھاپا صبح شام دن رات انہی کا ایک حصہ حیات اور موت بھی ہے تو جب یہ سب کچھ اسقدر تغیر پزیر ہے تو ہمیں اپنے لئے اس میں سے کیا چننا چاہئے کوئی ایسا کنارہ جہاں تبدیلی اثر نہ کرتی ہو کوئی ایسا جزیرہ جہاں کبھی انقلاب نہ آتا ہو کوئی ایسی پناہگاہ جہاں کسی خطرے کا کوئی اندیشہ نہ ہو ایسی حیات جس کے پاس موت کا کوئی تصور نہ ہو اور ایسا دوام جس کے قریب انقلاب پھٹک نہ سکے تغیر کا گزر نہ ہو آدمی دوڑتا تو ساری زندگی اسی خواہش کے لئے ہے ساری زندگی آدمی دوائیں کھاتا ہے مزدوری کرتا ہے سفر کرتا ہے دور دراز تک جاتا ہے ملازمتیں کرتا ہے محنتیں کرتا ہے اس کے پیچھے فلسفہ صرف ایک ہوتا ہے کہ وہ مختلف تغیرات سے اپنے آپ کو بچا کر اپنے کو محفوظ کنارے کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے بھوک سے بچنا چاہتا ہے مزدوری کرتا ہے نوکری کرتا ہے تجارت کرتا ہے بیماری سے بچنا چاہتا ہے غذا میں پرہیز کرتا ہے رسوائی سے بچنا چاہتا ہے اس لئے بری جگہوں سے برے کاموں سے ڈرتا ہے۔

لیکن میرے بھائی ہم پناہگاہ کی تلاش میں آرام

کی تلاش میں راحتوں کی تلاش میں بھٹک جاتے ہیں ہم اپنے دل سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ چیز مجھے بچا لے گی حضرت نوح علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کی امت پہ جب طوفان آیا اور آپ علیہ السلام کشتی میں سوار تھے مومنین جو تھوڑے بہت جن کی تعداد مختلف روایات کے مطابق ۸۰ کے قریب بتائی جاتی ہے مرد عورتیں بچے ملا کر تو آپ کا بیٹا تھا وہ جوں جوں پانی چڑھ رہا تھا وہ بھاگ رہا تھا تو شفقت پدری نے جوش مارا تو انہوں نے کہا میاں توبہ کر لو اور ایمان لے آؤ اور اس کشتی میں سوار ہو جاؤ تو اس نے کہا میں اس پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا مجھ تک طوفان نہیں پہنچ سکتا میں اپ کی کشتی میں نہیں بیٹھتا نہ میں اپ کا مذہب قبول کرتا ہوں تو پہاڑ پر پیچھے پیچھے پانی تھا آگے آگے وہ تھا انہوں نے کہا بیٹا جب اللہ کی گرفت آتی ہے تو لا الیوم کوئی بچانے والا ملے گا نہیں یہ سب ٹیکریاں یہ سب بلندیاں یہ سب کنارے ایک ایک کر کے ڈوبتے چلے جائیں گے تم غلط سوچ رہے ہو اور وہی ہوا غرق ہو گیا

یعنی ہمارا فیصلہ جو ہوتا ہے وہ ہماری عقل پہ ہماری رائے پر جب ہوتا ہے تو بالکل یہی ہوتا ہے اس لڑکے کی طرح ہم اونچی چھتیاں تلاش کرتے ہیں جو ہمیں اونچی نظر آتی ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ کنارے فی الواقع اونچے ہوں ہمیں اونچے نظر آتے ہیں لیکن جب انقلابات سے تقدیر اور اللہ کے احکام نافذ ہوتے ہیں تو اس کے سامنے کسی بلندی کو سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی وہاں تو ہر چیز پست ہی پست ہوتی ہے اور ہر چیز روندی اور کچلی چلی جاتی ہے تو جب ہماری ساری محنت سارا تعلق ساری کشاکش اس کنارے پر پہنچنے اس پہاڑ پر چڑھنے میں بسر ہو گئی اور جب پہاڑ پر چڑھ چکے تو پتہ چلا کہ پہاڑ بھی غرق ہونے کو ہے یہی حال پوری دنیا کی طلب میں عمر گنوانے کے بعد موت کے وقت ہوتا ہے اور اکثر ہم زندگی میں دیکھ لیتے ہیں بڑھاپے میں دیکھ لیتے ہیں ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ لوگ ساری عمر پیٹ کاٹ کاٹ کر ایک خوبصورت مکان بناتے ہیں جب بنا چکتے ہیں تو زندگی سے ریٹائر ہو جاتے ہیں اولاد مالک ہو جاتی ہے اور وہ کہتی ہے یہ کمرہ خراب نہ کرو کمرے میں بھی مت تھوکو اس طرف بھی مت جاؤ پھر اس کے لئے اس گھر میں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی وہ اسے کہتے ہیں تم خراب کرتے ہو بابا تم کیا کرتے ہو یہ ہماری نارمل لائف ہے ہم محسوس کریں یا نہ کریں لیکن یہ ہماری زندگی ہے ہمارے اردگرد ہمارے ماحول میں یہ موجود ہے کوئی نہیں پوچھتا کہ اس نے محنت کی تھی اس نے یہ جگہ خریدی ہو گی اس نے بھوک برداشت کی ہو گی اس نے پیسے بچائے ہونگے وہ کہتے ہیں اس بابے کو کہو مسجد چلا جائے یہاں کیا شور ڈال رکھا ہے اسے وہاں ڈیوڑھی میں چارپائی ڈال دو یہاں تھوکتا ہے ۔

لیکن اس سے زیادہ حسرت ناک انجام تب ہوتا ہے جب موت آجاتی ہے اللہ کریم نے منظر کشی فرما دی ہے بالکل دنیا کی طلب میں ساری عمر کھپانے اور قرب الہی کو پانے سے غفلت دکھانے میں جب موت آتی ہے تو کتاب اللہ مین اللہ کریم نے فرمایا کہ مجھ سے بات کرتا ہے مرنے والا کہتا ہے اللہ مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو کچھ دن فرصت دے دو آپ نے دیکھا ہو گا لوگوں کو نزع کی حالت میں روح نکل رہی ہوتی ہے آنکھیں کھلی ہوتی ہیں ایک جگہ ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہوتے ہیں بیٹے بیوی بہن بھائی ماں باپ عزیز دوست کاروبار جائیداد سب کچھ تو ہوتا ہے وہ بلاتے بھی رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کی تو نظریں ٹک گئی اب چند لمحوں کا مہمان ہے قران حکیم فرماتا ہے اللہ کریم نے اطلاع دی کہ اس وقت اس کی میرے ساتھ بات ہو رہی ہوتی ہے کہتا ہے اللہ تھوڑی سی فرصت دے دو کیا کرے گا بھئی کوئی مکان بنانا رہ گیا کوئی کاروبار میں کمی رہ گئی کچھ کام کرنا ہے کہتا ہے نہیں اگر تو مجھے مہلت دے دے تو میں تیری اطاعت کرونگا کن من الصلحین کے الفاظ وہاں آتے ہیں کہ میں نیک لوگوں کے پاس کچھ لمحے بیٹھ کر گزاروں گا میں تیرے یاد کرنے والے تیرے طلبگار بندوں میں اپنے آپ کو شامل کر لوں مجھے اتنی مہلت دے دے اتنی فرصت دے دے کہ میں کوئی صالحین کوئی

نیک جماعت تلاش کر کے اچھے لوگ تلاش کر کے ان میں شامل تو ہو جاؤں بار الٰہی فرمایا یہ صرف بات ہے جو وہ کر رہا ہے جب وقت آجاتا ہے تو اس میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی کتنی بے بسی ہے کہ جب اسے پتہ چلتا ہے کہ حقیقتاً پناہ کہاں تھی اس وقت کنارہ اس سے دور ہوتا ہے آنکھ کھولی تو کشتی سے کنارہ دور تھا پیشتر اس کے کہ ایسی صورت حال پیش آئے رب جلیل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اپنی کتاب عطا فرما کر یہ احسان فرمایا کہ یہ ساری صورت حال ہمارے سامنے رکھ دی اور اتنی بڑی پناہگاہ ہمیں عطا فرمائی کہ فرمایا تم میری طرف بڑھنے کا ارادہ کرو میں تمہیں سنبھال لوں گا چھوڑو جواد ثات زمانہ کو انقلابات زمانہ سے مت ڈرو موسموں کے تغیر و تبدیل سے مت ڈرو عمر کے آنے اور جانے سے مت ڈرو لیکن یہ تب حاصل ہو گا جب کہیں نہیں الجھو سوائے میرے۔

یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی راہ دکھائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی دین ٹھہری اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار بن ہی نہیں سکتا جب تک میری یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والدین اولاد مال ہر چیز پر غالب نہ آجائے وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ میں مومن ہوں یعنی ایمان کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ساری محبتوں پہ فائق ہو یہ نہیں کہ اولاد سے اسے محبت نہ رہے گھر سے محبت نہ رہے یہ تو فطری محبتیں ہیں لیکن جو محبت اسے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اس کی راہ میں کوئی محبت حائل نہ ہو سکے

ایک دفعہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کے صاحبزادے نے بات کی حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابوبکر صدیق عجیب خوش قسمت انسان تھے ان کی چار پشتیں صحابی ہیں یعنی یہ اکیلے صحابی ہیں جن کی چار پشتیں صحابی ہیں باپ صحابی خود صحابی بیٹے صحابی پوتے صحابی یہ اکیلا ایسا انسان ہے اللہ کا بندہ جس کی چار پشتیں صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہوئیں بہت سے ایسے منفرد کمالات ہیں جو پوری امت میں صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوئے۔

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

تو ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے ان کے پاس وہ بدر کے بعد ایمان لائے تھے وہ کہنے لگے ابو عجیب بات ہے بدر کے دن آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے ہزار دشمنی کے باوجود میں آپ پر ہاتھ نہیں اٹھا سکا کہ میرا باپ ہے آپ نے کہا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم اس دن میری تلوار کی زد پر آجاتے میں تمہارے پرخچے اڑا دیتا تو اس نے حیران ہو کر عرض کی کہ بابا جان آپ کو شفقت پدری مانع نہ ہوتی مجھے قتل کرنے سے فرمایا تو لڑ کس سے رہا تھا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو اور میں تجھے بیٹا سمجھتا

یوں تو ہر مسلمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے چونکہ شرط ایمان ہی محبت جو ٹھہری لیکن جو محبت صحابہ نے کی شاید روئے زمین پر کبھی کسی زمانے میں کسی انسان نے کسی اپنے محبوب سے ٹوٹ کر اس طرح محبت نہیں کی عجیب لوگ تھے ایک صحابی نے سونے کی انگشتری پہنی ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی اور اس کی انگلی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال کر پھینک دی فرمایا کچھ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو کسی دوسرے صحابی نے فرمایا کہ بھائی اپنی انگوٹھی اٹھا لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہننے سے منع کر دیا ہے پہنو نہیں لیکن یہ تو سیر بھر سونا ہے بھئی اٹھا لو بیچ دو یا گھر کسی خاتون کو دے دو تو کہنے لگا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہے اٹھانے کو جی نہیں چاہتا میں تو اسے نہیں اٹھاؤں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دی پھینک دی یعنی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے اس میں ایک سمندر بند ہے محبتوں کا ایک صحابی تشریف لائے تو ان پر سرخ رنگ کی چادر تھی تو نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سرخ رنگ مردوں کو اچھا نہیں لگتا اتار دو کئی دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو خود ہی پوچھ لیا کہ وہ چادر کیا ہوئی خاموش ہو گئے بتاتے نہیں ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سیدھا گھر گیا گھر والوں نے تندور گرم کر رکھا تھا روٹیاں بنانے کے لئے میں نے اٹھا کر اس میں پھینک دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مردوں کے لئے کہا تھا کہ سرخ رنگ زیب نہیں دیتا تو تم اتار کر کسی خاتون کو دے دیتے خواتین کو تو منع نہیں عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز آپ کو پسند نہیں آئی وہ بھلا دنیا میں رہے اور میرے گھر میں رہے یعنی یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن یہ چھوٹی نہیں ہیں یہ ان کے مزاج کی آئینہ دار ہیں ۔

ایک صحابی عشاء کی نماز پڑھ چکتے تو انکا چھوٹا بچہ ساتھ ہوتا وہ ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے جاتا فجر کے لئے آتے تو بچے نے ہاتھ پکڑا ہوا ہوتا مسجد نبوی میں آکر چھوڑتا حدیث شریف میں موجود ہے کہ کسی ساتھی نے پوچھا کہ یار تمہیں کیا ہو گیا ہے تم تو اچھے بھلے ہو کیا تمہاری رات کی نظر ختم ہو گئی ہے رات کو نظر نہیں آتا کہنے لگے نظر آتا ہے کیسے نظر آتا ہے بچے نے تمہارا ہاتھ پکڑ رکھا ہوتا ہے تمہیں گھر لے جاتا ہے صبح پکڑ کر لاتا ہے کہنے لگے یار مجھے ایک مرض ہو گیا ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں عشاء پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں دعا فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہتا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ اطہر میں تشریف لے جاتے ہیں میں آنکھ بند کر لیتا ہوں کہ دن بھر میں میری آخری نگاہ جو پڑی وہ روئے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی اس کے بعد میں کچھ دیکھنا نہیں چاہتا میں آنکھ کھولتا ہی نہیں اور میں دن کی ابتدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور سے کرنا چاہتا ہوں میں آنکھ بند کر کے بیٹھا رہتا ہوں جب تکبیر ہوتی ہے تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کھڑے ہو گئے تو میں آنکھ کھول دیتا ہوں کس قدر عشق رسول ہے اس طرح کے اگر ہم واقعات بیان کرنے لگیں تو ختم نہیں ہوتے اور صحابہ نے اس قدر ٹوٹ کر چاہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتی تھیں ۔ حدیبیہ میں تشریف رکھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ والوں نے روک رکھا تھا کہ مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے تو مکے والوں کا خیال یہ تھا کہ چودہ سو آدمی ساتھ ہیں اور چودہ کے چودہ سو شاید مختلف قبائل کے دو دو چار چار دس دس آدمی ہیں جنگ بھڑکے گی تو ہر کوئی اپنی جان بچائے گا تو یہ کیا مقابلہ کریں گے کسی ایک قبیلے کے ایک خاندان کے ایک گروہ کے لوگ ہوتے پھر بھی بات تھی مختلف نسلوں کے مختلف خاندانوں کے لوگ ہیں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں اہل مکہ کی طرف سے جو سفیر تھے بنو ثقیف کے سردار تھے بعد میں انہیں ایمان نصیب ہوا پھر شہادت نصیب ہوئی وہ جب واپس گئے تو مکہ والوں کا فیصلہ سننے کے بعد انہوں نے انہیں منع کیا کہ لڑنے کی باتیں نہ کرو تم لڑ نہیں سکو گے ۔ یہ جو تمہارا خیال ہے یہ لوگ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائیں گے ایسی کوئی بات نہیں چونکہ میں جتنی دیر وہاں رہا وہ کہتے ہیں میں نے کہ

من آنچہ دیدم ز یاران او
ازاں سرکشی جان نثاران او

انہوں نے کہا میں نے دنیا دیکھی ہے وہاں جتنے لوگ ہیں ان میں سے ایک ایک آدمی کٹ کر مرے گا چھوڑ کر کوئی نہیں جائے گا تم کہتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو چھوڑ دیں گے ؟ ان کا حال یہ ہے

محمدؐ گر انداز د آب دہن
بر آں آب خوں می کند انجمن

تم حضور کی ذات کی بات کرتے ہو میرا یہ مشاہدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تھوکتے ہیں تو وہ اس طرح ٹوٹ کر پڑتے ہیں گویا کوئی خزانہ لٹ رہا ہے ۔

گیرندو مالند بر چشم و رُو۔ جس کے ہاتھ پر پڑ جائے وہ دوسرے کو نہیں دیتا ہاتھوں پر مل کر اپنے منہ پہ ملتا ہے

وزاں آب تازہ کنند آبرو۔ فرمایا ان سے تم توقع رکھتے ہو کہ وہ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے وہ آپ کی تھوک مبارک کو نہیں چھوڑ سکتے آپ کی ذات تو بہت قیمتی ہے یہ سبب بنا تھا صلح حدیبیہ کا مکہ والوں نے اس وجہ سے صلح کرنا قبول کیا تھا کہ یہ ڈیڑھ ہزار آدمی تمہیں ایک ایک کر کے ذبح کرنا پڑے گا ڈیڑھ ہزار آدمی جب لڑ کر دست بدست ذبح کرو گے تو ڈیڑھ ہزار اپنے بھی گنوا بیٹھو گے صرف مارتے تو نہیں رہو گے تمہارے بھی مریں گے کیوں اس مصیبت میں پڑتے ہو یہ ناممکن بات ہے۔

اور وصال نبوی بھی ایسی محبوب ہستی کو بھی جانا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا اگرچہ اسی روضہ اطہر میں تشریف فرما تھے اور ہیں یہ لوگ بھی وہیں تھے شہر بھی وہی تھا جگہ بھی وہی تھی عالم بدل گیا لیکن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہم سمجھتے تھے رات ہو گئی ہمیں نظر آتا نہیں تھا ہم سمجھتے تھے اندھیرا ہو گیا ہے اور بعض صحابہ بیٹھے تھے یہ خبر سنی تو وہاں اعصاب شل ہو گئے۔ پھر ساری زندگی اٹھے نہیں ایسی ایسی کیفیتیں بیت گئیں لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دار دنیا سے پردہ فرما گئے اور ان محبت کے دیوانوں نے حق محبت اس طرح ادا کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اعلان فرمایا کہ ساری انسانیت کے لئے اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اسلام صرف جزیرۃ العرب میں تھا

جو گھر حجرہ مبارکہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عالم سے زیادہ محبوب رکھتے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا تقاضا ہے محبت کا

فان المحب لمن یحب مطیعہ

محبت کرنے والا جب جس سے محبت کرتا ہے اس کی بات پر کٹ مرتا ہے اسے جانے نہیں دیتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ پیغام جو میں نے تم تک پہنچایا ہے ساری انسانیت کو پہنچانا میری طرف سے یہ تمہارے ذمے ہے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب تک کو مدینہ منورہ کی سکونت تک روضہ اطہر کی زیارت تک کو قربان کر دیا لیکن ارشادات نبوی کو مثل باد سحر لے کر روئے زمین پر پھیل گئے کس کا مدفن چین میں ہے کسی کا مدفن قسطنطنیہ میں ہے کوئی ہسپانیہ میں دفن ہے کسی کی قبر منور سری لنکا میں ہے کوئی ہندوستان میں آسود خاطر ہے روئے زمین پر اللہ کے پیغام کو پہنچایا اگرچہ مدینہ منورہ ان کے لئے چھوڑنا کتنا مشکل تھا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے آدمی تھے کہ ابھی مدینہ کی آبادی نہیں بنی تھی تو ایک حکمران نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا چھوٹی سی آبادی مکہ کی تھی کسی بادشاہ کا گزر ہوا تو اس نے شہر فتح کر لیا اللہ کی شان اسے ایک مرض لاحق ہو گیا پہلے رنگ کا پانی اس کے منہ ناک سے بہنا شروع ہو گیا جیسے نزلے میں شروع ہوتا ہے اور اس پانی میں سخت بدبو تھی بڑا پریشان ہوا تو ساتھ جو شاہی طبیب اور حکما تھے وہ علاج کرتے رہے کوئی افاقہ نہ ہوا تو اس کے ساتھ علما بھی تھے انہوں نے اسے بتایا کہ یہ جو پہلی کتابیں ہمارے پاس ہیں ان میں ایک عجیب خبر ہے وہ اس شہر کے بارے میں ہے کہ یہ شہر جو ہے یہ ایک خاص تقدس رکھتا ہے تو آپ نے اس شہر کو فتح کر کے اچھا نہیں کیا۔ اس کے رہنے والوں کو ایذا دے کر اچھا نہیں کیا اس بیماری کا سبب صرف یہ ہے اگر آپ ان لوگوں کو راضی کریں تو یہ بیماری انشاءاللہ جاتی رہے گی اس نے کہا ان لوگوں میں خوبی کیا ہے کتاب میں جو تزکرہ ملتا ہے ہماری مذہبی کتابوں میں ان میں خوبی کیا ہے تو انہوں نے اسے بتایا کہ یہاں اللہ کا آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گا یہی شہر اور یہ گھر جو ہے اس دنیا کا قبلہ ہو گا اور وہ رسول یہاں سے ہجرت فرمائے گا اور مدینہ منورہ میں رہے گا انہوں نے وہ تاریخ جو ان تک محفوظ تھی جو وہ سمجھ سکے انہوں نے بتائی تو اس نے نہ صرف شہریوں کو آزاد کر دیا بلکہ اس نے اعلان کر دیا کہ میں نے شہریوں کو پانچ چھ روز تک تکلیف دی ہے تو آئندہ چھ مہینے تمام اہل مکہ کی ضیافت میرے

لنگر سے ہو گی کسی گھر میں کوئی ہنڈیا نہیں پکے گی کھانا نہیں پکے گا پورا شہر اور اس کی ساری آبادی شاہی لنگر سے کھائے گی چھ مہینے تک ضیافت کرونگا تاکہ آپ لوگ مجھ سے راضی ہو جائیں ۔ خوش ہو جائیں اس پر اللہ نے اسے صحت دے دی اس نے کہا بھئی وہ جگہ مجھے بتاؤ جہاں تم کہتے ہو نبی آخر الزمان کا دار ہجرت ہو گا مدینہ منورہ اس وقت جھاڑ جھنکار کی جگہ تھی اور بے آباد کوئی آبادی نہیں تھی جلے ہوئے پہاڑ اور لاوے کے جلے ہوئے وہ قطع تھے جھاڑ جھنکار تھی اس نے اپنے ساتھ جو علماء تھے ان میں سے ایک وفد کو چن کر وہاں چھوڑا اور ایک چھٹی لکھ کر ان کے سپرد کی کہ اگر وہ جب بھی مبعوث ہوں اور میں زندہ ہوں تو یہ میری چھٹی انہیں دے دو لیکن اگر میں مر جاؤں تم مرجاؤ تو اپنی نسل کو یہ چھٹی امانت دے جانا جو بھی ان کا زمانہ پائے میرا خط ان تک ضرور پہنچانا اس میں اس نے اپنے اطاعت گزار ہونے کا اپنی محبت کا اپنی غلامی کا پورا اس نے اقرار کیا اور اس کا ایک شعر ہے

ولو مد عمری الی عمرہ لکنت وزیرالہ وابن
العمین

اگر مجھے اتنی مہلت ملے میں اتنا عرصہ زندہ رہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو پاؤں تو میں سلطنت چھوڑ کر آپ کی غلامی کی ترجیح دونگا کاش مجھے یہ موقع ملے وہ علماء بھی گزر گئے پھر انہوں نے وہ چھوٹی اپنی اولاد کو دی ۔ وہ گزر گئے انہوں نے اپنی اولاد کو دی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آئے تو مدینہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس وہ چھٹی نسلاً بعد نسلاً موجود تھی کیونکہ ان کے خاندان میں تھی تو اس وقت ان کے پاس موجود تھی ۔

مدینہ منورہ میں شور اٹھا ہر آدمی چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر کو رونق بخشیں میرے گھر کو رونق بخشیں تو آپ نے فرمایا میری ناقہ کو چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے اسے اللہ نے سمجھا دیا ہے کہ کس گھر جانا ہے اسے جانے دو اسے خبر ہے کہاں جانا ہے یہ خود پہنچ جائے گی جب چھوڑ دی گئی تو وہ حضرت ابوب ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحن میں جا بیٹھی جہاں وہ خط موجود تھا آپ دیکھئے ساری باتوں کے علاوہ کیا وہ گھر چھوڑنے کے قابل تھا لیکن ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسطنطنیہ میں دفن ہیں اس لئے کہ اس گھر سے پیارا وہ حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا کہ میری بات کو روئے زمین پر پہنچاؤ

قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رکھا تھا مسلمانوں نے حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے لڑتے بھڑتے اندر تک لے جاؤ جس قدر اندر میرا جنازہ لے جا سکو مجھے آگے لے جا کر دفن کرنا یعنی مرنے کے بعد بھی مجھے پیچھے مت لے جانا جتنا آگے لے جا سکو میرے جسد خاکی کو آگے لے جا کر دفن کرنا تو مسلمانوں نے آپ کے جنازے کو اٹھایا اور شہر کی جو شہر پناہ تھی اس تک لے گئے اور شہر پناہ کے نیچے قبر کھود کر وہاں دفن کر دیا شہر پر تو قبضہ نہیں ہوا تھا مسلمانوں کا اور اعلان کیا عیسائیوں کو کہا کہ ہم اپنے بزرگ کو یہاں دفن کر رہے ہیں اگر ان کی قبر کی بے حرمتی کی گئی تو بلاد اسلامی میں ہم کسی ایک گرجے کو ہم کھڑا نہیں رہنے دیں گے سب مسمار کر دئے جائیں گے خبردار انکی توہین نہ کرنا یعنی محبت کا مزا تو آیا نا مرنے کے بعد بھی وہ جسم تعمیل ارشاد کے لئے آگے ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری بات پوری انسانیت تک پہنچاؤ مجھے آگے آگے لے جاؤ

حضرت ابوعبیدہ ابن جراح جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کا لقب عطا فرمایا اکابر صحابہ میں سے تھے ایک لشکر کے سالار تھے میدان کارزار میں دونوں طرف تیاریاں ہو رہی تھیں سوار گھوڑوں پر تھے پیادے اپنی اپنی تیز کمانیں تلواریں سنبھالے جنگ کی ابتدائی تیاریاں ہو رہی تھیں ۔ کون حملہ کرتا ہے ؟ ایک صحابی بے قراری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا ان کی خدمت میں پہنچا کہ یا امیر میں تھک چکا ہوں فراق نبوی صلی اللہ علیہوسلم سے میں جانا چاہتا

ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں اسقدر وہ تھک چکے تھے کہ انہوں نے جانے کی اجازت نہیں مانگی بلکہ بتایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں جا رہا ہوں کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں دے دیں اور ابوعبیدہ ابن جراح جیسے جلیل القدر انسان نے نہ رد فرمایا نہ روکا سمجھ گئے کہ یہ رکنے کا نہیں اس لئے فرمایا میرا سلام عرض کرنا اور یہ عرض کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہوسلم نے جتنے وعدے فرمائے تھے اللہ نے پورے کر دیئے یمن کے خزانے بھی دے دیئے روما اور ایران کی سلطنتیں بھی فتح فرما دیں جتنے وعدے حضور صلی اللہ علیہ نے کئے تھے اللہ نے پورے کر دئے یہ خبر بھی دے دینا وہاں سے پلٹا لشکر کفار پر ٹوٹ پڑا لڑتا بھڑتا شہید ہو گیا کہ تھک گیا ہوں چلوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح تو کسی نے محبت نہ کی ہو گی۔

لیکن تقاضا محبت یہ ہے یعنی ہماری جو آپس کی محبتیں ہیں یہ ہمارا مل بیٹھنا یہ بھی انہی کی محبتوں کا کوئی چھوٹا سا سایہ ہے ہم کہاں محبت کہاں بڑی دور کی بات ہے ہم تو غرض کے لوگ ہیں خواہشوں کے بندے ہوا وہوش کیندے ہیں لیکن یہ تو کوئی ذرہ ان کے کرم کا ہے کوئی ذرہ جو صحابہ کی محبتوں کا ہے ہمیں تو یہ ساری لذتیں وہ ایک ذرہ دے رہا ہے لیکن اس کا تقاضا یہ ہے کہ مثل باد سحر خوشبو کو گلشن انسانیت میں پھیلا دیا جائے واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ بندہ خادم ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حق خدمت نہ ادا کر سکے اور کہہ دے کہ مجھے شیطان نے روکا ہے شیطان کون ہوتا ہے روکنے والا شیطان جو محبت کے نام ہی سے آشنا نہیں جو مردود ہے جو نفرت ہی نفرت ہے نفرت کا تعلق محبت سے کیا اگر ہم پر وہ مسلط ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے ہمارے وجود میں محبت پوری نہیں کوئی خانہ نفرت کے لئے ہے یعنی دل محبت سے بھرا ہوا نہیں ہے کسی گوشے میں محبت اگر ہے تو کوئی گوشہ نفرتوں کے لئے بھی ہے تو محبت اور نفرت یکجا تو نہیں رہتے آپ جانتے ہیں ایک پورا ڈرم دودھ کا بھرا ہوا ہو اس میں چند قطرے غلاظت کے ڈال دیں تو وہ سارا بیکار ہو جائے گا۔ محبت تو عطرے حیات ہے اس میں تو ایک قطرہ بھی غلاظت کا آیا تو اسے تباہ کر دے گا تو کیوں نہ محبت ہی محبت کی جائے نفرت کا کیا کرنا اگر محبت ہی محبت ہو تو شیطان تو نفرت ہے اس کا ہمارے ساتھ کیا کام یہ فکر تو شیطان کو ہونی چاہئے کہ یہ کہیں دنیا میں مجھے بھی رہنے دیں گے یعنی غلامی کا مزا تو جب ہے کہ شیطان کو فکر ہو کہ یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں کہیں کوئی کونہ میرے لئے بھی خالی چھوڑیں گے اور یہ صرف اور صرف محبت سے ہو سکتا ہے وہ محبت جو اللہ سے ہو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو

اور غرض جو ہوتی ہے وہ صرف لینے کی طلب کرتی ہے یاد رکھیں محبت میں بہت کچھ دینا پڑتا ہے یہ بڑا واضح فرق ہے غرض اور محبت کو اکٹھا نہ کیا سمجھئے جو غرض ہوتی ہے ناذاتی وہ صرف لینے لینے کا سوچتی ہے محبت لٹانے کا نام ہے دینا پڑتا ہے صدمے سہنے پڑتے ہیں وہ کسی نے کہا تھا

غم زمانہ ہو غم یار ہو کہ تیر ستم
جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں

محبت کے لئے تو بڑا وسیع دل چاہئے بڑا وسیع ظرف چاہئے بڑی وسیع سوچ چاہئے ایسی سوچ جسے لوگ دیوانہ کہیں ایسے جذبات جنہیں لوگ اصل سے بیگانہ سمجھیں ایسا طرز عمل جسے لوگ کہیں یہ پاگل ہو گیا ایک ہی طرف لگ گیا ارے ایک ہی تو طرف لگنے کے قابل ہے پاگل یہ ہے یا پاگل وہ ہے جنہوں نے وہ آسرے پکڑے نوح علیہ السلام کے بیٹے کی طرح۔

ساوی الی جبل یعصمنی من الماء میں پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا وہ مجھے بچالے گا فرمایا لاعاصم الیوم اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں نفرتیں تو بہا کر غضب الٰہی میں لے جائیں گی۔

یہ تو محبت کی گاڑی ہے جو در حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتی ہے یہ مانا کہ ہم اس قابل نہ سہی ہم میں وہ جذبہ نہ سہی وہ ہمت نہ سہی وہ جنوں نہ سہی لیکن یہاں تو دعویٰ بھی خالی نہیں جاتا اللہ فرماتے ہیں تمہارے پاس کچھ نہ سہی لیکن تم طلے تو کر لو کہ تمہیں محبت کرنا ہے میں تمہیں سکھا دونگا یھدی الیہ من

المنصب فرمایا ارادہ کرے اس کے لئے راستے میں خود بنا دیتا ہوں فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ تم کس کے طالب ہو اللہ کے طالب ہو اللہ کے رسول کے طالب ہو یا اپنی خواہشات کے بندے ہو یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔

تو میرے بھائی اگر محض میرے کہنے سے آپ میں تحریک رہے تو مجھے تو اس بات کا مزا نہیں آرہا اتنی سی دیا سلائی ہوتی ہے وہ لگا دی جائے سارا گھر بھڑک اٹھتا ہے بار بار دیا سلائی ہی کا کام تو نہیں کہ وہ سلگاتی رہے یہ ٹھیک ہے شعلہ تو دکھانا پڑتا ہے لیکن اس شعلے میں جلنا تو آپ کا کام ہے اور میں اس بات پہ خوش نہیں ہوں کہ ہم بہت کام کر رہے ہیں اللہ نے جتنی سہولتیں ہمیں دی ہیں اس کے مقابلے میں کچھ نہیں کر رہے کیا کام کر رہے ہیں آپ اندازہ کریں کتنے سال ہوئے ہیں ہمیں یہاں آتے ہوئے اور کتنی آبادی اور اس میں کتنے لوگوں کو ہم اس نعمت سے آشنا کر سکے اس کا تناسب نکالیں تو کچھ بھی نہیں ہم نے کچھ بھی نہیں کیا یہ جن لوگوں کو ہم اس سے بیگانہ دیکھتے ہیں یہ ہمارے ذمے ہے کہ ہم ان کو اس سے آشنا کریں ان تک یہ پیغام پہنچائیں پھر اگر وہ نہ مانیں تو پھر ان کے ذمے ہے لیکن ساری عمر انہیں کوئی دعوت ہی نہ دے اس کی پرسش تو ہم سے ہو گی یہ تو ہماری ذمہ داری ہے اس خوشبو کو پھیلائیں اس بات کو عام کریں ارے

عجیب بات ہے ایک طبلے پر ناچتا ہے تو وہ علی الاعلان سرے بازار ناچتا ہے حالانکہ کتنا برا کام ہے معیوب کام ہے کنجروں کا کام ہے شرفاء کی بیٹیاں ناچ سیکھ کر سر بازار ناچتی ہیں اور فخر کرتے ہیں ایک کسی کھیل کا مشاق ہے وہ سر بازار کھیلتا ہے اس پر فخر کرتا ہے کوئی بھی فن دنیا کا اچھا یا برا جسے آتا ہے اس پر فخر کرتا ہے اور محبت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور ہمیں بات کرتے شرم آئے کمال ہے بھائی جھجک آئے اس کا مطلب ہے کہ ہمیں محبت میں وہ پختگی نصیب ہی نہیں ہوئی جو ان شرم اور حجابوں کو بالائے طاق رکھ دیتی ہے جو ان معمولی سوچوں کو چھوٹے چھوٹے نفع و نقصان کے جھگڑوں کو بھلا دیتی ہے مجھ پہ یہ اللہ کریم کا احسان رہا ہے بحمد اللہ اللہ ہی قادر ہے آئندہ بھی اسی سے امید کرم ہے میں بڑا جوان تھا جب مجھے اللہ نے اس کام پہ لگا دیا میں اس کام کا بنیادی طور پر اس کام کا آدمی نہیں تھا میں محبت وغیرہ کے نام سے آشنا ہی نہیں تھا میں بڑا متکبر بڑا خود سر بڑا باغی قسم کا انسان تھا اور جو لوگ مجھے ابھی تک اس طرف سے نہیں سمجھ سکے وہ ابھی تک مجھے اس پہلو سے جانتے ہیں اگر آپ ہماری ہمارے علاقے میں جا کر سنیں تو لوگ اس پہلو سے مجھے ابھی تک یاد رکھتے ہیں آج بھی کوئی بڑے سے بڑا ڈاکو کوئی بڑے سے بڑا مغرور کوئی بڑے سے بڑا جابر آدمی میرے سامنے کھڑا ہونے کی جرات نہیں رکھتا اتنا میرا رعب ان پر اس زمانے کا چلا آتا ہے

پتہ نہیں کیوں؟ رب کی مرضی اس نے کیسے پکڑا کہاں لگا دیا بعض لوگوں میں عجیب سی مقناطیسی قوت ہوتی ہے میں نہیں مانتا تھا نہ مولویوں کو نہ پیروں کو نہ کسی مذہب کو میں مذہب والوں سے بھی مذاق کیا کرتا تھا مولوی تقریریں کرتے تھے اللہ مجھے معاف کرے میں خود مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک بات ایک دفعہ ہوئی دو دفعہ ہوئی چودہ صدیاں بیت گئیں اس قصے سے کیا لیتے ہو وہ ہی بات دہرانے لگ پڑو فضول بات ہے کیا یہ عجیب بات نہیں ہے ایک عام سے آدمی کو میں نے دیکھا۔ نہ اس کا کوئی فاخرانہ لباس دیکھا نہ اس میں کوئی منفرد ناز و نخرہ دیکھا نہ کوئی پتہ نہیں کیا تھا مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی لیکن کوئی بات تھی جس نے کبھی اس کے پاس سے اٹھنے نہیں دیا ایسے بیٹھے بیٹھے کہ پچیس برس بیت گئے اور مجھے پچیس برس تک کوئی ٹوک نہیں سکا کہ تم کیا کر رہے ہو کیوں کر رہے ہو اور پھر عجیب بات ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ شیخ نے بھی زیادتی کی میرے ساتھ میں تو اس طرح میرا مزاج ہو گیا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ مجھے کوئی بلائے جو ساتھی حضرت جی کے زمانے میں جو وہاں جاتے تھے یہ مجھے جانتے ہیں کوئی کہتا تھا کہ مجھے اللہ اللہ سکھاؤ تو میں کہتا تھا کہ اس سے سیکھو میں سمجھتا تھا کہ میں اس قابل ہی نہیں ہوں مجھے اس جگہ رہنے دو جہاں میں ہوں میرا تعلق میرے حبیب سے رہے یہ بڑی بات ہے اس کے علاوہ میں کچھ بھی نہیں ہوں لیکن یہ عجیب لوگ ہوتے ہیں۔

شمس الدین التمش حکمران تھا دہلی پر اور حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت تھی ساری عمر لوگ اسے بادشاہ ہی سمجھتے رہے بڑا جابر بڑا سخت مزاج تھا خواجہ باقی باللہ کا وصال ہوا تو دنیا سے جاتے جاتے آپ نے وصیت کر دی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھے جس نے کبھی بے وضو آسمان نہ دیکھا ہو عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں تہجد کی نماز قضا نہ کی ہو جس میں یہ تین باتیں ہوں میرے جنازے کی امامت کرائے بڑا مشہور واقعہ ہے بڑے بڑے علماء بڑے بڑے گدی نشین بڑے بڑے پیر بڑے بڑے فقیہان وقت اور بڑے بڑے دیندار لوگوں کا بڑا جمگھٹا تھا لیکن جب یہ تینوں شرطیں آتیں تو خاموش ہو جاتے تنگ آکر شمس الدین التمش نے کہا آپ کو مجھ سے ایسا تو نہیں کرنا چاہئے تھا اس نے جنازہ پڑھایا اتنی بڑی سلطنت کا حکمران تھا اس مزاج کا تھا۔

یہ لوگ عجیب مزاج کے لوگ ہوتے ہیں اللہ کریم سے دعا ہے کہ جہاں اتنی عمر وہ نبھ گئی اللہ کرے یہ نبھ جائے میرے بھائی یہ میری تو مجبوری ہے میرا تو اس کے بغیر چارہ نہیں کوئی جائے پناہ نہیں میرے سامنے تو کوئی دوسرا راستہ نہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ بحیثیت مسلمان ہم سب کے سامنے کوئی دوسرا راستہ نہیں کرنا ہم سب کو یہی پڑے گا اور جب تک آدمی دیوانہ ہو کر اس کو پھیلانے کے لئے اٹھ کھڑا نہ ہو تب تک اسے کامل طور پر خود بھی یہ جذب نصیب نہیں ہوتا یہ بڑی عجیب بات ہے تو زندگی تو انسانی تغیر آشنا ہے آدمی آتے جاتے رہتے ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جب پھر اکٹھے ہونگے کون ہو گا کون نہیں ہو سکے گا کتنے لوگ دنیا کے مختلف حوادثات میں مبتلا ہو کر شہر سے نکل جاتے ہیں کتنے لوگ اسی دنیا ہی سے سر پہ کفن باندھ کر چلے جائیں شاید مجلس ہو گی ہم نہ ہونگے اور ایسا کارخانہ ہے رب جلیل کا کہ کسی کے آنے جانے سے اس پر کوئی فرق نہیں پڑتا یہ رواں دواں چلتا رہتا ہے آنے جانے والے اپنے لئے کچھ لے جاتے ہیں یا کھو جاتے ہیں میں آپ سے صرف یہی کہوں گا کہ بہت قیمتی نعمت ہے جو آپکو پہنچتی ہے اور یہ سب انسانوں کا حق ہے اسے جتنے لوگوں تک آپ پہنچائیں گے اتنی ہی یہ آپ کے پاس زیادہ ہوگی یہ ایک مین پاور ہاؤس سے تعلق قائم ہو جاتا ہے اور آگے آپ جتنی ڈسٹریبوشن کرتے جائیں اتنی پاور زیادہ ہوتی جاتی ہے جتنی ڈسٹریبیوشن کم کر دیں اتنی پاور کم ہو جاتی ہے آپ اس بات کو جتنے دلوں تک پہنچائیں گے اتنے انوارات اتنی برکات بار گاہ نبوت سے آپ تک زیادہ پہنچیں گی تو آپ ہمت کریں دنیا کے کام ضرور کریں اور ڈٹ کر کریں اور خوبصورت انداز سے کریں اچھا کمائیں اچھا پہنیں اچھی طرح رہیں لیکن یہ اچھائی تب ہی بجتی ہے جب ہم اپنا کام بھی کر رہے ہوں۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے توفیق عمل دے اور پھر سے اس شعلے کو لے کر ایک طوفان بنا دو

دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے دلوں کو روشن کر دو محبتوں سے بھر دو اور پھر عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں تازہ کرو اللہ کریم آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں

(وآخردعوانا ان الحمد للہ رب العلمین)


## ضرورت رشتہ

سلسلہ کے ایک ساتھی جو صناعہ کالج لاہور میں ملازم ہے۔ ان کے لیے معقول رشتہ درکار ہے۔ اہلِ ذکر کو ترجیح ہوگی۔

معرفت آفتاب صاحب

۱۰۴۔ اولیسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ۔ لاہور


## دعائے مغفرت

احمد نواز (کھرار) کے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے دعا کے لیے درخواست ہے۔

# نوٹس داخلہ فرسٹ و سیکنڈ ائیر

# صفارہ کالج لاہور (حکومت سے منظور شدہ) (انگلش میڈیم)

## نمایاں خصوصیات

- اعلیٰ تربیت، اعلیٰ کردار اور روشن مستقبل
- دینی و دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج
- اعلیٰ تعلیم کے ساتھ قیادت کی صلاحیت
- مروجہ تعلیم کی دورنگی سے ہٹ کر ایک نیا راستہ
- عربی اور انگریزی پر یکساں عبور
- تحریر و تقریر میں مہارت
- اقبال کے شاہینوں کا مسکن
- ہوسٹل کی سہولت
- بیرون ملک مقیم والدین کیلئے اولاد کی تعلیم و تربیت کا بہترین ادارہ
- سی ایس ایس، پی سی ایس، آرمی آفیسرز، ایم بی اے اور صحافت کے شعبوں میں کیریئر کے متلاشی طلباء کیلئے عملی رہنمائی

## داخلہ جاری ہے

پراسپکٹس اور فارم داخلہ بذریعہ ۱۰۰ روپے پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر حاصل کریں

پرنسپل: صفارہ کالج اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور نمبر ۵۴۷۷۰ فون: ۸۴۴۹۰۱

پروفیسر جمیل احمد خان

# صلوٰۃ

## ۱- آیت

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ o البقرۃ ۱۳/۱۱۰

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور جو کچھ نیکی سے اپنے واسطے آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے ہاں پاؤ گے۔ بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو، سب دیکھتا ہے۔

## تشریحی نکات

۱- نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت۔ لہٰذا اے مسلمانو! ان کی پابندی میں غفلت و تساہل کو راہ نہ دو۔ یہ ہر حال و صورت میں واجب العمل ہیں۔

۲- اعمالِ صالحہ جو کچھ بھی میسّر آجائیں، سب یکساں مقبولیت رکھتے ہیں۔ برابر انہیں میں لگے رہو۔ تم اس کے اجر و ثواب کو پا لوگے۔

۳- چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے لہٰذا اس کا احتمال ہی نہیں کہ کوئی نیکی ضائع ہوگی۔ اجر ہر نیکی کا پورا پورا ملے گا۔

## ۲- آیت

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ o البقرۃ ۱۹/۱۵۳

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

## تشریحی نکات

۱- ہجومِ مشکلات کے وقت بھی مشکل کشائے حقیقی سے تعلق برابر جوڑے رہو، اس پر بھروسہ رکھو، اس کے آگے جھکتے رہو اور گرتے رہو اور نماز اور صبر سے مدد لو کہ ان کی مداومت (پابندی) سے تمام اُمور تم پر سہل کر دیئے جائیں گے۔ یہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی بڑی اور پُرقوت ہستی سے تعلق قائم ہو جانے سے دل کو کتنی تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر جب دل کا رابطہ ہمہ بین ہمہ دان ناصرِ حقیقی و محافظ حقیقی سے قائم ہو جائے تو انسان بے بنیان کی تسکینِ خاطر و تقویتِ قلب کا کیا پوچھنا۔ دُنیا میں رہ کر زندگی کی کشمکش میں پڑ کر مشکلات و مصائب کا پیش آتے رہنا ناگزیر ہے، افراد کو بھی اور امّت و جماعت کو بھی۔ اور وہ دستور العمل ناقص ہے جو مشکلات کے دفاع اور مصائب سے مقابلہ کا طریقہ نہ بتائے۔ یہاں قرآن نے وہ طریقہ نماز اور صبر کی مدد بتایا ہے۔

۲- اللہ کی معیتِ عام تو کافر و مومن، فاسق و صالح اپنے ہر بندہ کے ساتھ ہے۔ یہاں یہ معیتِ عام نہیں بلکہ معیتِ خصوصی مراد ہے۔ جس کے آثار حفاظت، اعانت و توجہ خاص ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ اس کے مراقبہ سے بڑھ کر نہ رُوح کے لیے کوئی لذیذ غذا ہے۔ اور نہ جراحتِ قلب کے لیے کوئی مرہمِ تسکین۔ یہی ایک تصوّر ہے اہلِ ایمان کے لیے جو ہر ناگوار کو خوشگوار، ہر تلخ کو شیریں، ہر زہر کو قند بنا دینے کو کافی ہے۔ معیتِ الٰہی کی یہ نعمت نمازیوں کو بدرجہ اولیٰ ملے گی۔

## ۳- آیت

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ

ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَ
السَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ
فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ البقرة ۲۲/۱۷۷

ترجمہ: یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔ اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں دے۔ اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کریں۔ اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیز گار ہیں۔

## تشریحی نکات

۱۔ بڑی نیکی جو ہدایت و مغفرت کے لیے کافی ہو عقائد، عبادات اور اعمال پر مشتمل ہے جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔

۲۔ اس آیت کے تیسرے حصہ میں تصحیح عقائد و تصحیح معاملات کے بعد نمبر عبادات کا ہے۔ عبادات بے شمار ہیں اور بنیادی اور بڑی تقسیم عبادت بدنی اور عبادت مالی کی ہے۔ نماز ساری بدنی عبادات کی اور زکوٰۃ تمام مالی عبادات کی قائم مقام ہوگئی۔ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد نمازیں وقتِ مقررہ پر، شرائط و قواعد معلوم کے ساتھ ادا کرتے رہنا ہے۔

۳۔ مزید تشریح کے لیے دیکھیے ابواب ایمان باللہ آیت ع۲، ایمان بالملٰئکۃ آیت ع۱، ایمان بالکتب آیت ع۱، ایمان بالرسل آیت ع۲، ایمان بالیوم بالآخر آیت ع۱۔

## ۴۔ آیت

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا
لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ۝ البقرة ۳۱/۲۳۸

ترجمہ: سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور (خاص کر) درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

## تشریحی نکات

۱۔ یہ آیت بیویوں کے حقوق و مطالبات کے ذکر کے درمیان آگئی۔ درمیان میں احکام سے متعلق آنے سے اس حقیقت پر روشنی پڑ رہی ہے کہ اسلام میں معاشرت و معاملت، قانون، اخلاق کے مسائل، عبادات سے الگ نہیں اور نظامِ شریعت میں خالق کے حقوق اور مخلوق کے حقوق دوش بدوش چل رہے ہیں۔

نیز نماز ہی وہ چیز ہے جو انسان کے اندر خدا کا خوف، نیکی و پاکیزگی کے جذبات اور احکام الٰہی کی اطاعت کا مادہ پیدا کرتی ہے اور اسے راستی پر قائم رکھتی ہے۔ یہ چیز نہ ہو تو انسان کبھی الٰہی قوانین کی پابندی پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

۲۔ محققین نے حفاظتِ صلوٰۃ کے تین درجے قرار دیئے ہیں۔ ادنیٰ یہ کہ نماز وقت پر پڑھی جائے اور فرائض و واجبات ترک نہ کیے جائیں۔ اوسط یہ کہ جسم ہر طرح طہارتِ ظاہری سے آراستہ ہو طبیعت اکل حلال کی خوگر ہو، دل میں خشوع و خضوع ہو، سنن و مستحبات کی پوری رعایت رہے۔ اعلیٰ یہ کہ نماز گویا حق تعالیٰ کے مواجہ (روبرو) میں ہو رہی ہے، اس قدر حضورِ قلب و استغراق ہے۔

۳۔ درمیانی نماز سے اکثر ائمۂ تفسیر نے نمازِ عصر مراد لی ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے۔ اس کی تاکید زیادہ فرمائی کہ اس وقت دُنیا کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور بعض نے نمازِ ظہر، نمازِ مغرب اور نمازِ فجر بھی لیے ہیں۔ بعض نے لفظی پہلو پر زور دے کر یہ تفسیر کی ہے کہ ہر نماز چونکہ اپنی جگہ پر عبادات و حسنات کا درجۂ متوسط ہے اور پھر نماز کے اِدھر اُدھر کچھ نمازیں بھی ہوتی ہیں، نمازِ وسطیٰ کا اطلاق ہر نماز پر ہو سکتا ہے اور اس سے کسی خاص وقت کی

نماز مقصود نہیں۔

صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد بیچ کی نماز بھی ہو سکتی ہے اور ایسی نماز بھی جو صحیح وقت پر پورے خشوع اور توجہ الی اللہ کے ساتھ پڑھی جائے اور جس میں نماز کی تمام خوبیاں موجود ہوں۔ بعد کا فقرہ کہ "اللہ کے آگے فرمانبردار بندوں کی طرح کھڑے ہو" خود اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

۴۔ حالتِ نماز میں ادب سے کھڑے رہو۔ یعنی نماز میں ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ نماز نہیں پڑھتے۔ ایسی باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جیسے کھانا، پینا، کسی سے بات کرنا یا ہنسنا۔

## ۵۔ آیت

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ البقرة ۳۱/۲۳۹

ترجمہ: پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہی (پڑھ لیا کرو) پھر جب امن پاؤ تو اللہ کو یاد کیا کرو، جیسا اس نے تمہیں سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔

## تشریحی نکات

۱۔ اسلام کی یہ پنج وقتہ نماز اس درجہ اہمیت رکھتی ہے کہ بالکل معاف عین حالتِ جنگ میں بھی نہیں ہوتی۔ محافظت صلوٰۃ کا حکم بہرحال قطعی اور دائمی ہے۔ ترکِ نماز کی اجازت اس خطرہ کے حال میں بھی نہیں۔ البتہ رعایتِ ماحول کی پوری گنجائش دوسرے موقعوں کی طرح اس محل میں بھی رکھ دی گئی ہے۔

۲۔ جب دشمن کی طرف سے اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے تو اب نماز عام قاعدوں کے موافق و ماتحت ادا کرو۔ اس میں سواری پر اور پیادہ بھی اشارہ سے نماز درست ہے۔

## ۶۔ آیت

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ○ النساء ۱۵/۱۰۱

ترجمہ: اور جب تم سفر کے لیے نکلو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کر دو اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے بیشک کافر تمہارے صریح دشمن ہیں۔

## تشریحی نکات

۱۔ یعنی جب تم جہاد وغیرہ کے لیے سفر کرو اور کافروں سے جو کہ تمہارے دشمن ہیں اس کا خوف ہو کہ وہ موقع پا کر ستائیں گے تو نماز کو مختصر رکھو۔

۲۔ کافروں کے ستانے کا ڈر نزولِ آیت کے وقت موجود تھا۔ جب یہ ڈر جاتا رہا تو اس کے بعد بھی آپ ﷺ سفر میں قصر ہی کرتے رہے۔ اور صحابہ کو اس کی تاکید فرمائی۔ اب ہمیشہ سفر میں قصر کرنے کا حکم ہے، خوف مذکور ہو یا نہ ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے شکریہ کے ساتھ قبول کرنا لازم ہے۔

۳۔ بادی النظر میں رکعاتِ نماز میں کمی کر دینا ایک گناہ کی چیز معلوم ہوتی ہے اور وسوسہ تمہیں بھی گناہ کا ضرور ہو رہا ہے لیکن اطمینان رکھو کہ اس میں مضائقہ نہیں۔ اللہ کی طرف سے یہ جائز کیا جا رہا ہے۔

۴۔ حنفیہ کے ہاں سفر میں نماز قصر مستحب ہی نہیں واجب ہے۔

۵۔ سفرِ شرعی کی مسافت تین منزل کی قرار پائی ہے اور منزل کا اندازہ فقہاء نے بیس میل کیا ہے۔ جمہور فقہاء کا قول ہے کہ سفر جس جائز غرض، مقصد سے بھی ہو، شرعی سفر کے حکم میں داخل ہے۔ سفر صرف خشکی کا ہی نہیں بلکہ کوئی سا بھی ہو۔

۶۔ قصر چار رکعتوں والی تینوں نمازوں میں ہوتا ہے: ظہر، عصر،

عشاء میں فرض کی دو دو رکعتیں رہ جاتی ہیں۔ فجر کی دو، مغرب کی تین اور عشاء کی تین وتر ویسی ہی رہیں گی۔ حالتِ جنگ میں قصر کے لیے کوئی حد مقرر نہیں۔ جنگی حالات جس طرح بھی اجازت دیں نماز پڑھی جائے۔

## ۷۔ آیت

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ○ النساء ۱۵/۱۰۲ ۔ تشریح کیلئے دیکھئے باب جہاد آیت ۔

## ۸۔ آیت

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ○ النساء ۱۵/۱۰۳

ترجمہ:۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے کی حالت میں یاد کرو۔ پھر جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو پوری نماز پڑھو۔ بے شک نماز اپنے مقررہ وقتوں میں مسلمانوں پر فرض ہے۔

## تشریحی نکات

۱۔ قصر کرنے (خوف یا سفر کی حالت میں) سے جس قدر ذکرِ الٰہی میں کمی واقع ہوتی ہے اس کو بعد میں پورا کرو، اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ ذکرِ الٰہی میں کوئی تخفیف نہیں۔ یہاں تک کہ عین قتال کے وقت بھی ذکرِ الٰہی دل سے تو جاری رہ ہی سکتا ہے۔ احکامِ شریعت کا اتباع بجائے خود ذکرِ الٰہی ہے۔

۲۔ جب سفر اور خوف کی حالتیں ختم ہو جائیں تو پھر جو نماز پڑھو، اطمینان اور تعدیلِ ارکان اور رعایتِ شروط اور محافظتِ آداب کے ساتھ پڑھو۔ نماز کے متعلق حق تعالیٰ نے پورا ضبط اور یقین فرما دیا ہے کہ حضر میں کیا ہونا چاہیئے اور سفر میں کیا، اطمینان میں کیا کرنا چاہیئے اور خوف میں کیا۔ سو ہر حالت میں اس کی پابندی کریں۔

## ۹۔ آیت

وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ الانعام ۹/۷۲

ترجمہ:۔ اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور وہی ہے جس کے سامنے اکٹھے کئے جاؤ گے۔

## تشریحی نکات

۱۔ رب العالمین کا اصلی حکم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے مانگو۔ عالم میں جتنی بھی مادی قوتیں ہیں ان میں سے انسان کی ارادی قوت بہت ہی زبردست طاقتور ہے۔ اسی ارادی قوت کے قوی کرنے کے لیے دعا تعلیم کی گئی ہے۔ دعا کی عمدہ سے عمدہ صورت صلوٰۃ ہے جس میں سورۂ فاتحہ درخواست ہے۔

۲۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کے سامنے تم حشر کے دن حاضر کئے جاؤ گے نہ کہ کسی دیوی، دیوتا، پیر و پیغمبر، جن و ملک کے حضور۔

## ۱۰۔ آیت

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۩ السجدۃ الاعراف ۲۴/۲۰۶

ترجمہ:۔ بے شک جو تیرے رب کے ہاں ہیں وہ اس کی بندگی

سے تکبّر نہیں کرتے اور اس کی پاک ذات کو یاد کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

## تشریحی نکات

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قُرب حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کی غلامی سے تکبّر نہ کیا جائے اور کوئی بُری بات اس کی طرف نسبت نہ کی جائے اور رات دن خصوصاً صبح و شام کے اوقات میں اس کی یاد سے غافل نہ رہا جائے۔

۲۔ جب مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے عار نہیں بلکہ ہمہ وقت اسی کی یاد میں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور اپنی عبدیت کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی کبھی اپنے کو صفتِ باری میں شریک نہیں سمجھتا تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اس کے ذکر اور عبادت و سجود سے غافل نہ رہے۔

۳۔ یہ آیت، آیتِ سجدہ کہلاتی ہے اور اس کی تلاوت کے وقت حنفیہ کے یہاں' سجدہ واجب ہے۔

۴۔ امام رازیؒ نے الفاظ کی ترتیب سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اعمالِ قلوب، اعمال جوارح (بازو) پر مقدم ہیں۔

## ۱۱۔ آیت

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ج هود $\frac{۱}{۱۱۴}$

ترجمہ: اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کر۔ بیشک نیکیاں بُرائیوں کو دُور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

## تشریحی نکات

۱۔ ظالموں کی طرف مت جھکو، بلکہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف جھکو۔ یعنی صبح و شام بلکہ رات کا بھی کچھ حصہ عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا کرو۔

۲۔ اس آیت میں بدرجۂ اجمال دن رات کی پانچوں فرض نمازیں آگئیں۔ دن کی طرف سے مراد ایک طلوعِ فجر ہے اور دوسرے بعد زوال بجائے خود ظہر و عصر کے دو حصوں پر شامل ہے۔ اور زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ کے اندر مغرب و عشاء کے اوقات آگئے۔

۳۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی اوقاتِ نماز کا ذکر ہے بدرجۂ اجمال ہی ہے۔ تفصیلات صرف سُنّتِ رسُول کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوں گی۔

۴۔ عبادتِ الٰہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیں گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ نیکیاں بُرائیوں کو تین طرح دُور کرتی ہیں۔

(ا) جو نیکیاں کرے، اس کی بُرائیاں معاف ہوں۔

(ب) جو نیکیاں اختیار کرے اس سے خُو بُرائیوں کی چھوٹے۔

(ج) جس ملک میں نیکیوں کا رواج ہو وہاں ہدایت آئے اور گمراہی مٹے۔ لیکن تینوں جگہ وزن غالب چاہیئے۔ اگر بندے اپنے باہمی معاملات میں اللہ کے اس قانون کو یاد رکھتے تو آج آپس کی رنجشوں اور شکایتوں کا دفتر کتنا مختصر ہو گیا ہوتا۔

۵۔ یہ قاعدہ کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ایک بڑی جامع نصیحت ہے ان لوگوں کے حق میں جو اسے سننا اور اس سے نفع اُٹھانا چاہیں کہ اس سے نیکیوں کی بڑی ترغیب ہوتی ہے۔

## ۱۲۔ آیت

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ○ ابراہیم $\frac{۵}{۳۱}$

ترجمہ: میرے بندوں کو کہدو جو ایمان لائے ہیں نماز قائم رکھیں

اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ دوستی۔

## تشریحی نکات

مومنوں کو یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ قیامت کے آنے سے پہلے عباداتِ بدنیہ (نماز) اور مالیہ (انفاق فی سبیل اللہ) جتنی ہو سکتی ہے، کر لیں، ورنہ قیامت کے دن یہ نہ ہو گا کہ اس وقت کچھ قیمت دے دلا کر نجات حاصل کی جا سکے جیسا کہ بعض جاہلی عقائد ہیں۔ اسی طرح یہ بھی نہ ہو گا کہ کسی کی دوستی اور مروت اور رعایت سے کام نکل جائے جیسا کہ یہود وغیرہ کا عقیدہ تھا بلکہ وہاں تو خالص اور کامل انصاف ہی کا سکہ چلے گا۔

## ۱۳۔ آیت

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ

الحجر ۶/۹۸

ترجمہ:۔ سو تو اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کئے جا اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو۔

## تشریحی نکات

۱۔ ارشاد نبی کریم ﷺ سے ہو رہا ہے کہ کفار کی پرواہ نہ کریں اور ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیئے اور نماز ادا کرتے رہیئے کہ ان مشاغلِ ذکر و عبادت میں انہماک ضیقِ صدر (تنگیٔ نفس) سے بھی نجات دلا دے گا۔

۲۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ان مشاغلِ ذکر و عبادت میں لگ جانے سے عالمِ قدس کے انوار کا فیضان شروع ہو جاتا ہے اور اس سے دنیا بالکل حقیر و ہیچ نظر آنے لگتی ہے اور اسی لیے غم و الم کی طرف سے بھی طبیعت ہلکی اور بے فکر ہو جاتی ہے۔

۳۔ مولانا اشرف علیؒ تھانوی فرماتے ہیں کہ آیت میں غم و ضیقِ صدر کا علاج بتا دیا گیا ہے اور وہ توجہ الی الحق ہے۔

## ۱۴۔ آیت

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

بنی اسرائیل ۹/۷۸

ترجمہ:۔ آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو اور صبح کی نماز بھی۔ بیشک صبح کی نماز میں مجمع ہوتا ہے۔

## تشریحی نکات

۱۔ یعنی آپ نماز کو قائم رکھیں کیونکہ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات و نوائب پر غالب کر دیتی ہے۔

۲۔ وقت کی قدرتی تقسیم حرکتِ آفتاب کے تابع ہے اور قرآن مجید نے اس کو اوقاتِ عبادت کے لیے معیاری قرار دیا ہے۔

۳۔ یہاں نماز فرض کے اوقات کا بیان ہو رہا ہے۔ دلوک الشمس میں ظہر اور عصر، اور غسق اللیل میں مغرب اور عشاء مراد ہیں۔ قرآن الفجر میں قرآن نماز کے معنی میں ہے یا قرأت قرآن کے معنی میں اور اس سے بھی مراد نماز ہی ہے۔

۴۔ صبح کی نماز وہ ہے کہ اس کے وقت رات کے فرشتوں اور دن کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے اور دونوں کی حاضری ہوتی ہے تو ہماری قرأت اور نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع رہتا ہے۔

## ۱۵۔ آیت

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ بنی اسرائیل ۹/۷۹

ترجمہ:۔ اور کسی وقت رات میں تہجد پڑھا کرو جو تیرے لیے زائد چیز ہے۔ قریب ہے تیرا رب مقام محمود میں پہنچا دے۔

## تشریحی نکات

۱۔ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے کہ آپ اپنے مدارج علیہ

کو بلند کرنے کے لیے امت سے زائد ایک نماز بھی پڑھا کیجئے یعنی تہجد، اور اسی یادِ الٰہی کی خصوصیت مزیدہ کے باعث آپ کو اللہ تعالیٰ مقامِ محمود عطا فرمائے گا۔ یہ فرض نہیں زائد ہے۔ اور آپ پر تو اس کے حکم کے بعد یہ نمازِ تہجد لازمی ہو گئی تھی خواہ بطورِ فرض زائد کے خواہ بطور نفل کے۔

۲۔ تہجد وہ نماز ہے جو شب میں سوتے سوتے اُٹھ کر پڑھی جائے۔ اس کا پُرمشقت ہونا ظاہر ہی ہے۔ لیکن اجر و صلہ بھی اسی درجہ کا ہے۔ احادیث اس کی فضیلتوں سے لبریز ہیں۔ مقامِ محمود، مقامِ شفاعتِ کبریٰ کا ہے۔

۱۶۔ آیت

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ طٰہٰ ۸/۱۳۲

ترجمہ:۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود بھی اس پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، ہم تجھے روزی دیتے ہیں اور پرہیزگاری کا انجام اچھا ہے۔

تشریحی نکات

۱۔ اہل کے لفظ میں خاندان اور عام مومنین دونوں شامل ہیں۔ فقہاء نے یہاں سے استنباط کیا ہے کہ امر بالمعروف خصوصاً تاکیدِ نماز اپنے متعلقین پر واجب ہے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو (عادت ڈالنے کے لیے) نماز پڑھواؤ، جب دس برس کا ہو تو مار کر پڑھاؤ۔

۲۔ آج جو لوگ ظہر کی نماز کے لیے دفتروں، کچہریوں وغیرہ کی مشغولیت کو اور عصر و مغرب و عشاء کے لیے دوسری مشغولیتوں کو عذر بنا کر پیش کرتے ہیں، آیت میں ان سب کا رد آ گیا۔

۳۔ اپنے اہل و عیال کے رزق کی فکر نہ کریں۔ اس کے ہم ضامن ہیں۔ بالآخر فتح تقویٰ کی ہو گی جس کے آپ حامل ہیں۔ اسی لیے اگر فرض نماز اور کسبِ معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسبِ معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کر دو۔ نماز بہر حال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچانے والا وہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں۔ الحاصل کسبِ معاش کے ان ذرائع کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا جو ادائے فرضِ عبودیت میں مخل و مزاحم ہوں۔

۴۔ انسان کو چاہیے کہ پرہیزگاری اختیار کرے۔ انجام کار دیکھ لے گا کہ خدا کس طرح اس کی مدد کرتا ہے۔

۱۷۔ آیت۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۩ السجدۃ عند الشافعی الحج

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

تشریحی نکات

تشریح کے لیے دیکھیے باب عبادات آیت ۴۴

۱۸۔ آیت

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۗ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۗ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۗ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۗ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ الحج ۱۰/۷۸

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اسی نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تم پر گواہ بنے اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑو۔ وہی تمہارا مولیٰ ہے۔ پھر کیا ہی اچھا مولیٰ

اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

## تشریحی نکات

۱- دین کے کاموں میں سُستی اور بے دلی کو دخل نہ دو، بلکہ ہر کام اللہ کا کام سمجھ کر پوری مستعدی توجہ و استحضارِ قلب اور اخلاصِ نیت کے ساتھ ہو۔ صوفیہ عارفین نے لکھا ہے کہ آیت ہر قسم کے مجاہدات پر شامل ہے۔ مثلاً مجاہدۂ نفس، مجاہدۂ قلب، مجاہدۂ روح۔ مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں۔

۲- تمہیں دوسری امتوں اور قوموں کے مقابلہ میں برگزیدہ کیا کہ سب سے اعلیٰ و افضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت عنایت کی، اور تمہیں عالمگیر دعوتِ توحید کا حامل بنایا۔

۳- اللہ تعالیٰ نے دین میں کوئی ایسی مشکل نہیں رکھی جس کا اُٹھانا کٹھن ہو۔ احکام میں ہر طرح کی رخصتوں اور سہولتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم خود اپنے اوپر ایک آسان چیز کو مشکل بنالو۔ اسلام کی دعوت عالمگیر ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ چھوٹے سے چھوٹا بھی اس کے دائرہ سے باہر نہیں۔

۴- اسلام دوسرا نام ہے ملّتِ ابراہیمی کا۔ یعنی یہ مذہب کوئی انوکھا اور بیرونی نہیں، یہ تو عین تمہارے جدِ محترم حضرت ابراہیمؑ ہی کا ہے، چونکہ وہ حضور ﷺ کے اجداد میں ہیں اور اوّلین مخاطب قرآن کے بھی۔

۵- اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام مُسلم رکھا یعنی تابعدار۔ سو اس کی لاج رکھنی چاہیئے۔

۶- رسول اللہ ﷺ کی پاک و پاکیزہ سیرت مکمل زندگی بطور معیار کے کام دے گی۔ حشر میں تمہیں اسی معیار سے جانچا جائے گا کہ تم نے اپنی زندگیوں کو کہاں تک اس نمونہ پر ڈھالا۔ اور دوسری امتوں اور قوموں کے مقابلہ میں تم کو گواہ بنایا کہ مسلمانوں کے واسطہ سے دینِ حق ساری نسلِ انسانی کو پہنچا ہے۔

۷- پس انعاماتِ الٰہیہ کی قدر کرو۔ اپنے نام و لقب اور فضل و شرف کی لاج رکھو اور سمجھو کہ تم بہت بڑے کام کے لیے کھڑے کئے گئے ہو۔ اس لیے اوّل اپنے کو نمونۂ عمل بناؤ۔ نماز، زکوٰۃ (تمام بدنی و مالی عبادتوں) میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ ہر کام میں اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑے رہو۔ اس کے فضل و رحمت پر اعتماد رکھو۔ جس قدر یہ اعتماد علی اللہ قوی ہوگا، اسی درجہ میں انسان مراتب و معرفت و قرب میں ترقی کرتا جائے گا۔ اور ہر غیر الٰہی قوت کے مقابلہ میں دلیر تر ہوتا جائے گا۔ کام بنانے والا اور ہر طرح نصرت و اعانت کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف خیال لے جانا بھی حماقت و نادانی ہے۔

## ۱۹- آیت

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ النور ۵۶/۷

ترجمہ:- اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

## تشریحی نکات

خدا کی رحمت سے حصّہ لینا چاہتے ہو تو تم ہی مقبول بندوں کی روش اختیار کرو۔ وہ روش یہی ہے کہ نمازیں قائم کرنا۔ زکوٰۃ دیتے رہنا اور تمام شعبۂ زندگی میں رسُول کے احکام پر چلنا۔ تاکہ دُنیا و آخرت میں تم پر رحمتِ کامل کی جائے۔

نیز دیکھئے باب ایمان بالرسل آیت ۲۲

## ۲۰- آیت

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ العنکبوت ۴۵/۵

ترجمہ:- جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔

اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

## تشریحی نکات

۱- تشریح قولی اور تشریح فعلی، دین کے دونوں کاموں میں برابر لگے رہیئے۔

۲- نماز ادا فرمایئے۔ اس کے تحت میں نماز کے وقت کی پابندی اور اس کے ارکان و شرائط کی رعایت آگئی۔ نماز سے تمام نقائص دُور ہو جائیں گے۔ نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے' ایک بطریق تسبب، یعنی نماز میں خاصہ طبعی یہی ہے کہ وہ عظمتِ الٰہی کا استحضار بار بار کرا کے ہر گناہ و معصیت سے روک دیتی ہے، جیسے کسی دوا کا استعمال امراض وغیرہ کو روک دیتا ہے۔ اب اگر نماز کے شرائط ہی پوری طرح نہ ادا کئے جائیں تو اسی نسبت سے اداتے نماز ناقص رہے گی اور پھر اسی مناسبت سے اس کی یہ طبعی خاصیت بھی ضعیف و مضمحل رہے گی یہاں تک کہ جو نماز بالکل سطحی اور اوپری ہوگی اور رُوح نماز سے خالی۔ اس میں وہ بُرائیوں کے روک تھام والی قوت بھی گویا معدوم ہوگی۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے۔ جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نماز جو یادِ الٰہی اور اس کی عظمت کے استحضار کی ایک اعلیٰ و مکمل شکل ہے، اس کا اقتضا یہی ہے۔ کہ وہ ہر برائی سے روک دے۔ اس کا اثر ہونا بھی چاہیئے' عام اس سے کہ کسی پر ہو یا نہ ہو۔ بالفاظ دیگر نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع و تذلل' اور حق تعالیٰ کی ربوبیت' الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے، دیگر حالات میں بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے۔

۳- اللہ کے یہی عالم کل ہونے کا مراقبہ ہی ہر مجاہدہ کو آسان بنا دینے اور قلب میں خشیت پیدا کر دینے کو کافی ہے۔ ذکر الٰہی ہی کی افضل ترین فرد نماز ہے۔ ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ جو تمہیں یاد کرے گا اس کا مرتبہ اس یاد سے بھی بڑھا ہوا ہے جو تم اس کی کرتے رہتے ہو۔

نیز دیکھئے باب ایمان بالکتب، آیت ۱۶۱

## ۲۱- آیت

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ الروم ۳/۳۱

ترجمہ:۔

اسی کی طرف رجوع کئے رہو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

## تشریحی نکات

تشریح کے لیے دیکھئے باب ایمان باللہ آیت ۳۲

## ۲۲- آیت

فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ۝ السجدہ النجم ۳/۶۲

ترجمہ: پس اللہ کے آگے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

## تشریحی نکات:

تشریح کے لیے دیکھئے باب عبادت۔ آیت ۹۷

## ۲۳- آیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ
الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ الجمعۃ ۲/۹

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ تمہارے لیے یہی بات بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

## تشریحی نکات

تشریح کے لیے دیکھیے باب عبادات آیت ۷

### ۲۴- آیت

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ المزمل ۷۳/۲

نِّصْفَہٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ۙ المزمل ۷۳/۳

اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۙ المزمل ۷۳/۴

ترجمہ: رات کو قیام کرو مگر تھوڑا سا حصہ۔ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصہ کم کر دے۔ یا اس پر زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

## تشریحی نکات

خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے کہ آپ رات میں اُٹھ کر نماز ادا کیجئے لیکن تمام رات نہیں بلکہ کچھ حصہ جو نصف بھی ہو سکتا ہے اور نصف سے زائد بھی۔ اور بقیہ حصہ میں آرام فرمایا کیجئے۔ اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے کہ ایک ایک حرف سمجھ میں آئے۔ اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبر میں مدد ملتی ہے اور ذوق و شوق بڑھتا ہے۔

فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قیام اللیل (رات کو سو کر اُٹھ کر کی جانے والی عبادت) فرض نہیں ہے۔ البتہ اس کا اجر و مرتبہ بہت زائد ہے اور احادیث اس کے فضائل سے لبریز ہیں۔

شب بیداری کا معمول بھی مشائخ و صوفیہ نے انہیں آیتوں سے نکالا ہے۔

### ۲۵- آیت

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۠ المزمل ۷۳/۲۰

ترجمہ:- بیشک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات سے (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ کرتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم اس کو نباہ نہیں سکتے سو اس نے تم پر رحم کیا۔ پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔ اسے علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ بھی جو اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین پر سفر کریں گے۔ اور کچھ اور (لوگ) ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ پس پڑھو جو اس میں سے آسان ہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو۔ اور جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے اپنے واسطے تو اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

## تشریحی نکات

رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے۔ اور اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں نے اس کے حکم کی (یعنی شب بیداری) پوری تعمیل کی۔ وہ جانتا ہے کہ بندوں کو اس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدھی، تہائی اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا سہل کام نہ تھا۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیجدی اور تمہارے اخلاص نیت، لیکن اس کے ساتھ تمہاری عملی دشواریوں کو دیکھ کر تمہارے اوپر نماز تہجد فرض نہیں کی۔ تاہم بطور استحباب جتنا چاہو قرآن اس میں پڑھ لیا

کرو۔ اب اُمت کے حق میں نہ نمازِ تہجد فرض ہے نہ وقت کی یا مقدارِ تلاوت کی کوئی قید ہے۔ پس جتنی نماز آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ اللہ نے تم پر تخفیف اس لیے بھی کر دی کہ تم میں معذور بھی ہوں گے۔ مثلاً مریض، مسافر اور غازی اور مجاہدین۔ مریض کے ذیل میں اپاہج اور زیادہ بوڑھے بھی شامل ہیں۔ اور مسافر میں وہ لوگ، جو وطن سے خواہ تجارت، خواہ طالب علم یا اور کسی جائز غرض سے نکلے ہوں، شامل ہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو کہ انہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں۔

اس آیت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ نماز میں جس طرح رکوع و سجود فرض ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرأت بھی فرض ہے۔ اور مراد اس سے نماز میں قرآن پڑھنا ہے۔

نیز دیکھیے باب عبادت آیت ع۷۶ اور باب ایمان بالکتب آیت ع۲۵

## ۲۶ - آیت

وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ۝

الدھر ۲/۲۶

ترجمہ:۔ اور کچھ حصہ رات میں بھی اس کو سجدہ کیجئے اور رات میں دیر تک اس کی تسبیح کیجئے۔

## تشریحی نکات

۱- وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ ۔ یعنی نماز پڑھیے۔ شاید مغرب و عشاء مراد ہو یا تہجد۔

۲- جب اللہ کی یاد کا حکم اوقات کے تعین کے ساتھ دیا جائے تو پھر اس سے مراد نماز ہوتی ہے۔ رات کے طویل اوقات میں تسبیح کرتے رہو، نمازِ تہجد کی طرف صاف اشارہ کرتا ہے۔

نیز دیکھیے باب عبادت آیت ع۴۸

## ۲۷ - آیت

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۝

البینۃ ۵

ترجمہ:۔ اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں ایک رُخ ہو کر خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی محکم دین ہے۔

## تشریحی نکات

ذکر اہلِ کتاب کا ہے کہ وہ بینہ (رسول) کے آنے کے بعد لوگ مختلف گروہ بن گئے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اصولاً ان کی سابقہ تعلیم سے متحد ہے۔

نیز دیکھیے باب عبادت آیت ع۸۲

## ۲۸ - آیت

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝

الکوثر ۱/۲

ترجمہ:۔ پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔

## تشریحی نکات

۱- اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر (خیرِ کثیر) عطا کی ہے۔ پس اتنے بڑے انعام و احسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیے۔ پس آپ معاندین کے طنز و تعریض کا خیال ہی نہ کیجیے اور اپنی رُوح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیے۔ نماز یہاں قائم مقام ہے۔ ساری بدنی عبادات کے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نماز تمام اقسامِ شکر کی جامع ہے، اسی لیے بجائے شکر کے اسے لایا گیا ہے۔ قربانی یہاں قائم مقام ہے ساری مالی عبادات کے۔

۲- یہ ساری بدنی و مالی عبادتیں و طاعتیں خالصۃً صرف اللہ ہی کے لیے ہوں نہ کہ خدانخواستہ بتوں کے لیے یا کسی دنیوی منفعت کے

خیال سے۔ پس مسلمانوں کو بھی رسول کی اتباع کرتے ہوئے یہ کام خالص خدائے واحد کے لیے کرنے چاہئیں۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بقرعید کی نماز اور قربانی کا طریقہ جاری کیا تو اس بنا پر کہ آیت میں نماز کو مقدم اور قربانی کو موخر رکھا گیا ہے، آپؐ نے خود بھی یہ عمل اختیار فرمایا اور اسی کا حکم مسلمانوں کو دیا۔ کہ اس روز پہلے نماز پڑھیں اور پھر قربانی کریں۔


# ضرورت لیکچرارز

① اُردو ② تاریخ ③ ریاضی ④ اکنامکس
⑤ شماریات ⑥ انگلش

**تعلیمی قابلیّت :** متعلّقہ مضمون میں ایم۔اے

**تنخواہ :** گورنمنٹ سکیل کے مطابق

اپنے اسناد کی فوٹو کاپیاں مع دو عدد فوٹو پاسپورٹ سائز درخواست ہمراہ پرنسپل کے نام روانہ کریں۔

**پرنسپل :**

صفّہ کالج - کالج روڈ - اویسیہ سوسائٹی ٹاؤن شپ لاہور

فون : ۸۴۴۹۰۹

# احساس

فاطمہ صادق

احساس کیا ہے؟ ایک جذبہ صادق جو قلب انسانی میں پیدا ہو جائے تو اسے اشرف المخلوقات بنا دے ایک حقیقی تڑپ جو سینوں میں مشعلِ حق روشن کر کے راہ کی مشکلات سے بے نیاز کر دے۔ ایک سچی لگن جو حصولِ منزل کے لیے بے چین و مضطرب رکھے اور ایک بحرِ زخار جس سے اخوت و محبت اور ایثار و قربانی کے چشمے پھوٹ نکلیں۔

بخدا تاریخ گواہ ہے کہ صادق احساسات نے عرب کے ریگزاروں میں بسنے والی اُجڈ اور جاہل قوم کو عزت و شرف کی بلندیوں تک پہنچا کر اُن کو گمراہی اور جاہلیت سے نکال دیا یہ ایک بیداریٔ احساس ہی تو تھا جس نے لکڑی یا پتھر اور مٹی کے بنے ہوئے دیوتاؤں کے آگے جھکنے والے اور خواہشات نفس کی غلامی میں جکڑے ہوئے انسانوں کا رُخ صراطِ مستقیم کی جانب موڑ دیا۔ پھر جوں جوں احساسات میں پختگی آتی گئی۔ عزم قوی سے قوی ہوتے گئے۔ صبر و ہمت نے دل میں گھر بنا لیے اور قدموں کو ایسی استقامت نصیب ہوئی کہ انہیں راہِ حق کی طرف سے ہٹانا ممکن نہ رہا۔ انسانی زندگی کے احساس کے حقیقی رنگ دیکھنے ہوں تو ذرا تاریخ کے ورق اُلٹ کر دیکھیے ایمان کی حیات بخش ہوا نے احساسات کی سوئی ہوئی چنگاریوں کو شعلہ جوالہ بنا دیا ہے۔ انسان کو اپنے مقام کا احساس ہو گیا ہے۔ فکر و عمل کی دُنیا میں زبردست انقلاب برپا ہوا ہے۔ وہ جو باہم دست گریباں تھے۔ بھائی بھائی بن گئے اور ان کے کردار کی درخشانی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ احساس بندگی دیکھنا ہو تو خدا کے حبیبؐ کے رفیق صدیق اکبرؓ کو دیکھیے سب سے پہلے ایمان لائے۔ جسم و جان کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں اسلام کے لیے وقف کر دیں۔ صدائے حق پر لبیک کہنے کے بعد اپنی گردن رب کے حضور جھکائے رکھتے۔ مگر پھر بھی یہی احساس دامن گیر رہا کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

احساسِ فرض کا رنگ دیکھنا ہو تو ذرا عمر فاروقؓ کی زندگی کتاب کے ورق اُلٹیے۔ خلیفۃ المسلمین ہونے کے باوجود زندگی عیش و عشرت سے ناآشنا ہے۔ اور ہر وقت حق کو پھیلانے اور باطل کو مٹانے کے لیے بے چین ہیں۔ اب ذرا احساس جواب دہی کی ایک جھلک دیکھیے جو اصحابِ رسولؐ کی آنکھوں سے آنسو بن کر چھلک پڑتے تھے۔ وہ کبھی سرد آہوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو کبھی خوف کی صورت میں دلوں کو لرزاتا ہے۔ تو کبھی ان حسرت انگیز الفاظ کی صورت میں لبوں پر آ جاتا ہے۔ کہ پرندو تمہیں مبارک ہو جہاں چاہتے ہو چرتے چگتے ہو جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو بیٹھ جاتے ہو۔ اور حساب کے دن تم سے کسی قسم کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ کاش میں بھی تمہاری طرح ہی ہوتا۔ پھر عملی زندگی میں اس احساس کی رنگ آمیزی تو ملاحظہ فرمایئے ایک سربراہِ مملکت اپنی تھوڑی زیادتی کے لیے آخرت کے خوف سے کانپ اٹھتا ہے۔ اور عام معاشرہ میں اپنے آپ کو بدلہ کے لیے پیش کر دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک بار جمعہ کے دن اعلان کیا کہ آج میں صدقہ کے اونٹ تقسیم کروں گا سب لوگ آئیں۔ مگر اجازت لیے بغیر کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ یہ سُن کر ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ اونٹ کی مہار لو اور خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں جاؤ ممکن ہے کہ تمہیں بھی ایک اونٹ مل جائے۔ وہ آدمی مہار لیے ہوئے آیا بغیر اجازت لیے بارگاہِ خلافت میں چلا آیا حضرت ابوبکرؓ نے بطورِ تادیب اُس کی مہار سے اُسے مارا۔ جب اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اُس شخص کو بلاؤ جس کو میں نے مارا تھا۔ وہ شخص ڈرتے ڈرتے حاضر ہوا۔ خلیفہ رسولؐ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں مارا تھا تم بھی اسی مہار سے مجھے مار کر اپنا بدلہ لے لو۔

حضرت عمر فاروقؓ بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ رسولؐ یہ رسم قائم نہ کیجئے۔ آپ نے بے وجہ تو نہیں مارا تھا حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزا دی تھی۔ فرمایا یہ صحیح ہے۔ مگر قیامت کے دن مجھ سے اس کا محاسبہ کیا گیا تو میں کیا کروں گا۔ احساسِ محبت و مروت کا مجسم دیکھنا ہو تو آیئے مدینہ کی بستی میں چلیں۔ ذرا دیکھئے مدینہ کا زار گرم ہے۔ چند پیاسے پیاس کی شدت سے بے چین ہیں۔ اتنے میں ایک ساتھی پانی کا مشکیزہ لیے ان کے پاس سے گزرتا ہے۔ وہ ایک پیاسے شخص کے مُنہ کو مشکیزہ لگانے کو ہے۔ مگر وہ اپنے پاس اپنے بھائی کو کراہتے ہوئے سن کر اشارہ کرتا ہے۔ کہ میری بجائے میرے بھائی کو پانی پلایا جائے۔ وہ اس شخص کے پاس مشکیزہ لے کر جاتا ہے۔ تو قریب ہی ایک اور ساتھی زخمی حالت میں پڑے ہیں۔ اُن کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ اُسے پانی پلایا جائے۔ وہ اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکے ہیں۔ پانی لانے والا ساتھی جلدی سے دوسرے زخمی کے پاس پانی لے کر جاتا ہے۔ مگر یہاں بھی جسم و جاں کا رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔ وہ تیزی سے پہلے مجاہد کے پاس آتے ہیں۔ مگر طائر روح عازم خلد ہو چکا ہے۔

سبحان اللہ۔ زخمیوں کی حالت پیاس کی شدت میں یہ ایثار و عظمت کا مُنہ بولتا ثبوت ہے مگر ان سارے احساسات کا سرچشمہ معبودِ حقیقی پر پختہ یقین ایمان کی علامت ہے۔ اس کی لگن کا بے مثال جذبہ اس کی رضا حاصل کرنے کی سچی لگن ہے۔ اِسی سرچشمہ سے حاصل ہونے والے احساس کی دولت نے ان کرداروں کو جنم دیا جو پوری انسانیت کا گل سر سبد قرار پائے۔ آج کا انسان اُس پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے جس کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس سختی اور قساوت نے اُلفت و محبت کے رشتے کاٹ ڈالے ہیں۔ بھائی بھائی کا دشمن بن گیا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے اصل مقصدِ زندگی کو یکسر بھول چکا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر طرف نفسا نفسی پھیلی ہوئی ہے۔ ہمیں خبر تک نہیں کہ ہمارے دائیں بائیں کوئی کس حال میں ہے۔ غیرت و حمیت کا جذبہ سرد پڑ گیا ہے۔ فرض کی پکار کے لیے کان بہرے ہو گئے ہیں اور اللہ کے حضور جواب دہی کا احساس ختم ہو چکا ہے۔ اس بے حسی کا رنگ دیکھنا ہو تو دُور مت جایئے۔ بلکہ اپنے ملک، اپنے شہر، اپنی بستیوں پر ایک نظر ڈال لینی چاہیئے۔ اسلام کے نام پر حاصل کیا جانے والا یہ ملک جس میں دن رات قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے علی الاعلان احکامِ الٰہی کے خلاف آوازیں بلند کرتے ہیں۔ اور سڑکوں پر نکل کر قوانینِ شرعی کو مسترد کرنے کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔

گویا کہ احساسِ غفلت نے بُرائی کا احساس دل سے مٹا دیا ہے۔ افسوس بار ہا افسوس۔ کہ ہمیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تخلیق کیا گیا تھا۔ مگر ہم خود ہی نیکیاں چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بُرائی سے روکنے کی بجائے خود ہی بُرائی پرست بن چکے ہیں۔ فانی دُنیا کے عارضی فائدوں کی خاطر انسان اپنی آخرت جو کہ ابدی گھر ہے کو مسلسل برباد کئے جا رہا ہے۔ جواب دہی کا احساس دل سے رخصت

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

# جمعۃ المبارک

## کہ شادی مبارک

مشتاق اعظم اویسی

جس طرح بارہ مہینوں میں رمضان المبارک کا مہینہ مبارک ہے اس طرح ہفتہ کے سات دنوں میں جمعہ کا دن مبارک ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن نکاح کرنا ثواب ہے۔ اس طرح جمعہ کے روز نکاح کرنا سنّتِ نبویؐ ٹھہرا۔ اگر ہم اس حدیث مبارک کی رُو سے جمعہ کے دن شادیاں رچاتے ہیں۔ تو اس حدیث مبارک کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ جب جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو مسلمانوں کے لیے کوئی بھی کاروبار کرنا حرام ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ ہم شادی حدیث نبویؐ کی رُو سے کرتے ہیں یا اس لیے کہ جمعہ کے دن چُھٹی ہوتی ہے۔ اگر جمعہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے شادیاں کرتے ہیں تو یہ دن آج سے دس بارہ سال پہلے بھی آیا کرتا تھا۔ لیکن اُس وقت جمعرات کو فضیلت حاصل تھی۔ جب سے جُمعہ چُھٹی کا دن مقرر ہُوا ہے ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ دُنیا کے جتنے بھی کام ہیں اسی دن کر لیے جائیں۔ سیر و تفریح کے لیے جمعہ کا دن خرید و فروخت کے لیے جمعہ کا دن، آج کل ایک خاص بازار لگتا ہے جس کو جمعہ بازار کہتے ہیں۔ اور شادی بیاہ کے لیے بھی جمعہ کا دن مقرر کرتے ہیں۔ اور کیوں نہ کریں یہ بھی کسی کو علم نہیں کہ اگلا جمعہ آنا بھی ہے یا نہیں۔ اس کے برعکس اس چیز کا قوی امکان ہے کہ اگر لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ ماہ رمضان اور محرّم میں شادی کرنا جائز ہی نہیں بلکہ ثواب ہے تو شاید رمضان اور محرّم سے پہلے آنے والے دو مہینوں کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ ہم ماہِ رمضان یا محرّم میں شادی اس لیے نہیں کر پاتے کہ ہماری شادیاں اسلام کے مطابق نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ماہ رمضان میں افطار کے وقت اگر دعوتِ ولیمہ دی جائے اور ساتھ نکاح بھی ہو جائے تو ثواب ضرور ہو گا۔ لیکن وہ ڈھول ڈھمکے اور بینڈ باجے کون بجائے گا۔ اور ان کے بغیر ہماری شادی ناممکن اور نامکمل ہے۔ یہی حال محرّم کا ہے کہ اگر بینڈ باجے کے بغیر شادی ہو گی تو نامکمل اور اگر بینڈ باجا بجے گا تو لوگ کہیں گے کتنا گستاخ آدمی ہے۔ محرّم کا احترام نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے۔

فتوی کے علاوہ اُس پر اِکا دُکا حملے بھی ہو جائیں۔ اگر آپ اسلام سے پوچھیں تو وہ آپ کو بغیر کسی روک ٹوک کے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اِن دو مہینوں میں بھی نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر یہ بات ہماری سمجھ میں آ جائے تو شاید ہمارے عقائد کی بھی درستی ہو جائے۔ ورنہ جس رفتار سے یہ شادیاں رچائی جا رہی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ شادی کرنا اِن دو مہینوں میں لازمی قرار پائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو بسوں کے کرایوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ ہر چیز کی مانگ بڑھ جائے۔ پھر اِن دو ماہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے پورے دس مہینے تیاری کرنا پڑے گی۔ ورنہ اِس سعادت سے محروم ہونا پڑے گا۔ اب ہم نے اِس چیز کا اندازہ خود لگانا ہے کہ شادی مبارک ہے یا جمعہ مبارک، نمازِ جمعہ فرض ہے اور نکاح سُنّت۔ اگر ہم فرض کو ادا کر کے سُنّت ادا کرتے ہیں تو جمعہ مبارک اور اگر ہم نے فرض چھوڑ کر نکاح کرنا ضروری سمجھا تو صاف ظاہر ہے کہ جمعہ مبارک نہ ہو گا۔ شادی مبارک ہو گی۔ آیئے ذرا ایک نظر اس کا جائزہ لیں کہ ہم واقعی جمعہ کی فضیلت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یا کہ اُس شادی کو بھی اپنی بربادی کا ذریعہ بنا رہے ہیں۔ یہ بات اکثر دیکھنے میں آئی ہے کہ بڑے بڑے پرہیزگار بھی اِس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ وہی وقت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ڈھول اور بینڈ باجے کے ساتھ بارات کی آمد کا وقت ہوتا ہے۔ اور وہی وقت ربِ ذوالجلال کے حضور حاضری کا ہوتا ہے جس کے بارے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ غریبوں کا حج ہے۔ جو ثواب امیر آدمی تینتیس چالیس ہزار روپیہ خرچ کر کے حاصل کرتا ہے وہی ثواب غریب آدمی دو رکعت فرض نمازِ جمعہ ادا کر کے حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن آج کل ہمارا وہ ثواب شادی مبارک کی نذر ہو جاتا ہے۔ اب آپ خود اندازہ لگا لیں۔ کہ ہمارے نزدیک شادی مبارک ہے یا جمعہ مبارک۔ یہ وہ دن ہے جس کے لیے ہم نے بڑے بڑے جلوس نکال کر انگریز سے مطالبہ کیا پھر جب انگریز چلا بھی گیا تو اس کے بعد بھی کتنا عرصہ ہمیں اس دن کے لیے جدوجہد کرنا پڑی۔ کہ اتوار کی چھٹی انگریز کی چھٹی ہے۔ ہم مسلمان ہیں ہمارا مطالبہ ہے کہ ہمیں جُمعہ کے روز چھٹی ہونی چاہیے۔ تاکہ ہم اِس مبارک دن کے ثواب کو پا سکیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی مطالبہ کیا کہ جمعرات کو آدھے دن کی چھٹی ہونی چاہیے تاکہ ہم جمعہ کی تیاری کر سکیں۔ لیکن ہُوا یوں کہ جمعرات کا دن ہم نے لڑکے والوں اور جمعہ کا دن لڑکی والوں کو دے دیا۔ کیونکہ جمعہ کو ہر خاص و عام کو چھٹی ہوتی ہے۔ اِس طرح ہمیں باراتی اکٹھے کرنے کے لیے زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرنی پڑتی۔

یہاں ایک چھوٹا سا واقعہ یاد آیا پچھلے دنوں ہمارے گاؤں کے نزدیک حسین خانوالہ میں ایک شادی تھی۔ اُدھر جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا ادھر باجوں والے بڑے زور و شور سے اپنا کام کر رہے تھے۔ جو بینڈ ماسٹر تھا اُس نے حج بھی کیا ہُوا ہے۔ ایک آدمی نے اُس پر سوال کر دیا کہ حاجی صاحب آپ حاجی ہو کر یہ کام کرتے ہیں۔ اور پھر جُمعہ کا خیال بھی نہیں کرتے۔ تو حاجی صاحب نے بڑا معقول سا جواب دیا کہنے لگے اِس میں یار لوگوں کا قصور۔ ہمیں تو بُرائی پھیلانے کے لیے آپ لوگ بلاتے ہیں ہماری روزی کا مسئلہ ہے ہم نے تو آنا ہی آنا ہے۔ آپ خواہ جمعہ کو بلا لیں یا کسی اور دن۔ ہمارے ساتھ آپ بھی تو شامل ہیں اگر آپ ہمیں نہ بلائیں تو ہمارا دماغ خراب نہیں کہ ہم بِن بلائے کسی کے گھر جا گھسیں۔ مسئلہ تو ایک بینڈ ماسٹر نے حل کر دیا۔ آگے سوچنا ہم سب کا کام ہے۔

ہمارے ایک ساتھی بعمر ۳۸ سال حافظ قرآن ہومیو کوالیفائیڈ گریجوایٹ ہائی سکول ٹیچر کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے (صوم صلوٰۃ کی پابند و دینی تعلیم سے واقفیت رکھنے والی کو ترجیح دی جائے گی)
حکیم محمد امین صاحب۔ دار السکون۔ لاری اڈہ افشاں روڈ۔ ڈسکہ

# طہارت

پروفیسر جمیل احمد خان

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ
وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ
لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ط
وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ
مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ
تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا
بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ
عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ النسآء ۴۳

**ترجمہ** اے ایمان والو! جس وقت کہ تم نشہ میں ہو نماز کے نزدیک نہ جاؤ یہاں تک کہ تم سمجھ سکو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اور نہ ہی جُنبی ہونے کی حالت میں مگر راستہ گزرتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کر لو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی شخص تم میں سے رفع حاجت کر کے آئے یا عورتوں کے پاس گئے ہو پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لے لو اور اسے اپنے مونہوں پر اور ہاتھوں پر ملو۔ بے شک اللہ کریم معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

**تشریحی نکات** (۱) اس آیت میں نماز کی دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ جو امور متعلقہ نماز میں سب سے اہم اور نفس پر شاق ہیں اور ارکان صلوٰۃ کی صحت اور خوبی کے لیے جسم و جان ہیں۔ اول یہ کہ نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ اور دوسرے طہارت بھی ہو۔

(۲) پہلی شرط کے پورا کرنے کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھو تاوقتیکہ نشہ اتر جائے اور زبان قابو میں آجائے اور جو منہ سے نکلے اور اس کو سمجھ بھی لو۔ آیت اس وقت کی ہے جب کہ حرمتِ شراب کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ اوقاتِ نماز میں تو نشہ سے باز رہو۔ نماز میں دو امر مہتم بالشان ہیں ایک خشوع و خضوع اور دوسرے طہارت اور نظافت۔ اور نشہ خشوع اور حضور کے مخالف ہے۔ نشہ جہل کی حالت ہے اور یہ گمراہی کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر نیند کے غلبہ یا بیماری کی وجہ سے کسی کا ایسا حال ہو جائے کہ اس کی خبر نہ رہے کہ میں نے کیا کہا تو ایسی حالت کی نماز بھی درست نہ ہوگی۔ جب ہوش آئے تو اس کی قضا ضرور کر لے۔

(۳) دوسری شرط طہارت ہے۔ یعنی حالت جنابت کے بعد غسل کرنا فرض ہے۔ بغیر اس کے نماز درست نہ ہوگی۔ مرد کو انزال ہو جانا، عورت کو حیض آجانا، مرد اور عورت دونوں کا عمل مباشرت کرنا (خواہ انزال کے بغیر ہو) یہ سب حالتیں جنابت کی ہیں۔ جنابت طہارت اور نظافت کے منافی ہے اور یہ حالت ملائکہ سے بعد اور شیاطین سے قرب کی حالت ہے۔

(۴) حالتِ جنابت میں نماز کا نہ پڑھنا تاوقتیکہ غسل نہ کر لے، یہ حکم جب ہے کہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی ایسا عذر پیش آئے کہ پانی کے استعمال سے معذوری اور طہارت کا حاصل کرنا ضروری

ہو تو ایسے وقت میں تیمم کر لینا کافی ہے ۔ اب پانی کے استعمال سے معذوری کی تین صورتیں بتلاتے ہیں ۔

(ا) ایک بیماری کہ اس میں پانی ضرر کرتا ہے یا اس کا بہم پہنچانا دشوار ہو یا غسل کا انتظام نہ ہو سکتا ہو ۔

(ب) دوسری یہ کہ سفر در پیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کر لے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے ، دور تک پانی نہ ملے گا ، یا پانی بالکل نہ ہو یا مضر ہو (پانی کسی قسم کا بھی ہو وضو کے لیے درست ہے ۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس میں اتنی وسعت یہ رکھی ہے کہ رنگ ، مزہ یا بو بدلے ہوئے پانی تک کی اجازت دے دی ہے) یا غسل کا انتظام نہ ہو سکتا ہو ۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ پانی بالکل موجود ہی نہ ہو ۔ اس کے ساتھ دو صورتیں طہارت کیلئے ضروری ہونے کی بیان فرمائیں ۔ ایک یہ کہ کوئی جائے ضرورت سے فارغ ہو کر آیا اس کو وضو کی حاجت ہے دوسرے یہ کہ مباشرت کی ہو تو اس کو غسل کی ضرورت ہے ۔

۵ ۔ جس پر غسل واجب ہے وہ مسجد کے اندر جا کر کوئی چیز اٹھا کر لا سکتا ہے

۶ ۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ ایسی مٹی ہو جو خود غیر طاہر یا گندی نہ ہو ، دو دو بار ہاتھ مار کر پہلی بار پورے چہرہ اور دوسری بار ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیر لیا کرو ۔ حنفیہ کے ہاں جنس ارض کی تمام چیزوں پر تیمم جائز ہے ۔ خواہ ان پر گرد پڑی ہو یا نہ پڑی ہو ۔ جنس ارض میں سے ہونے کی شناخت یہ ہے کہ وہ آگ میں نہ جل جائے اور نہ اس سے پگھل جائے ۔ چنانچہ گیرو پتھر ، سرمہ ، یاقوت ، زبرجد وغیرہ پر اس قاعدہ کے موافق اور جو چیز اس قاعدہ کے خلاف عمل جائز ہے البتہ خاکستر (راکھ) پر جائز نہیں ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمم صرف مٹی پر جائز ہے ۔

۷ ۔ ہاتھ اور چہرہ پر مٹی ملنے میں تذلل اور عجز بھی پورا ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلیٰ صورت ہے ۔ جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس لیے بوقت معذوری پانی کی قائم مقام کی گئی ۔ اس کے سوا مقتضائے آسانی و سہولت جس پر حکم تیمم مبنی ہے ، یہ ہے کہ پانی کی قائم مقام ایسی چیز کی جائے جو پانی سے زیادہ سہل الوصول ہو ۔ سو زمین کا ایسا ہونا ظاہر ہے ۔

۸ ۔ تیمم درحقیقت آدمی میں طہارت کی حس اور نماز کا احترام قائم رکھنے کے لیے ایک اہم نفسیاتی تدبیر ہے ۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ آدمی خواہ کتنی ہی مدت تک پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو ، بہر حال اس کے اندر طہارت کا احساس برقرار رہے گا ۔ پاکیزگی کے جو قوانین شریعت میں مقرر کر دیئے گئے ہیں ان کی پابندی وہ برابر کرتا رہے گا اور اس کے ذہن قابل نماز ہونے کی حالت اور قابل نماز نہ ہونے کی حالت کا فرق و امتیاز کبھی محو نہ ہو سکے گا ۔

۹ ۔ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وقت تیمم کی اجازت دیدی اور مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا اس لیے کہ وہ سہولت اور معافی دینے والا ہے اور بندوں کی خطائیں بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں کے نفع اور آسائش کو پسند فرماتا ہے ۔ چنانچہ دشوار موقعوں کے لیے کیسے آسان حکم دے رکھے ہیں ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ
فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا
بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ
جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ
أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ
تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا
بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ
عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ
نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ المائدۃ ۲/۶

**ترجمہ** اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ دھو لو اور ہاتھ کہنیوں تک ، اور اپنے سروں پر مسح کر لو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھو لو اور اگر تم ناپاک ہو تو نہا لو ۔ اور اگر بیمار ہو یا سفر پر ہو یا کوئی تم میں سے جائے ضرورت سے آیا ہو یا عورتوں

کے پاس گئے ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو اور اسے اپنے موںہوں اور ہاتھوں پر مل لو۔ اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا لیکن تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور تاکہ اپنا احسان تم پر پورا کرے تاکہ تم شکر کرو۔

## تشریحی نکات

۱۔ تمیز طیبات نظافتِ طبع پر موقوف ہے۔ نظافتِ طبع کے لیے طہارت ضروری ہے اور طہارت سے مراد روح اور جسم دونوں کی طہارت ہے۔ اور یہ دونوں ہی نظافتِ طبع کا موقوف علیہ ہیں لہٰذ مسلمانوں کو طہارتِ جسمی کا پابند بنایا جاتا ہے۔ یہ وضو سے ہوگی۔ اور طہارتِ روحانی بھی سکھائی جاتی ہے جو نماز میں پیدا ہوگی لہٰذا ایمان والوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب تم نماز کا ارادہ کرو اور حالتِ وضو میں نہ ہو تو وضو کر لیا کرو کہ بغیر اس کے نماز درست ہی نہیں۔ وضو پر وضو نماز کے لیے ضروری نہیں گو تازہ وضو کی فضیلت بہت زیادہ وارد ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا عام تعامل بھی یہی تھا۔ چنانچہ وضو کرنے کے استحباب کے سب قائل ہیں۔

۲۔ اس کے بعد تعلیم ارکان وضو کی دی گئی ہے۔ وضو میں فرض چار چیزیں ہیں (ا) چہرہ کا دھونا (ب) ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔ (ج) مسح کرنا یا پانی میں تر کیا ہوا ہاتھ اس پر پھیرنا (د) پیروں کا ٹخنوں سمیت دھونا۔ ان کے علاوہ اور جو چیزیں ہیں، کلی کرنا مسواک کرنا ناک میں پانی لینا غرغرہ کرنا اور ان میں سے بعض امور مسنون ہیں اور بعض مستحب۔ تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی۔

(ا) مالکیہ کے ہاں چہرہ دھونے کے معنی یہ ہیں کہ پانی اس پر بہایا جائے اور ہاتھ اس پر پھیرا جائے۔ لیکن حنفیہ کے ہاں محض پانی کا اس پر بہہ جانا کافی ہے، ہاتھ سے ملنا اور رگڑنا لازمی نہیں۔

(ب) حنفیہ کے ہاں تو کہنی کا اعضائے وضو میں داخل ہونا ایک متفقہ مسئلہ ہے، باقی دوسرے مذاہب فقہ نے بھی کہنی کا دھونا لازم قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا تعامل بھی کہنیاں دھونے کا تھا۔

(ج) مسح سے مراد بھیگے ہوئے ہاتھ کے پھیر لینے سے ہے۔ حنفیہ کے ہاں سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کافی ہے اور ان کے ہاں اس کے لیے دلیل سنتِ رسول سے ہے۔ آپ کا تعامل پیشانی پر مسح کا تھا اور پیشانی کی مقدار رُبع سر کے برابر ہو جاتی ہے۔

(د) جس طرح منہ، ہاتھ دھونے کا حکم ہے، پاؤں بھی ٹخنوں تک دھونے چاہئیں اور ان پر مسح کرنا کافی نہیں۔ یہ باتیں سنتِ رسول سے ثابت ہیں اور تعامل صحابہ سے بھی۔ موزوں پر البتہ فقہ کی شرائط کے مطابق مسح کیا جا سکتا ہے۔

وضو ہی کے سلسلہ میں فقہا کے درمیان طویل بحث نیت کی آ جاتی ہے۔ حنفیہ کے ہاں نیت واجب نہیں۔ دوسرے ائمہ کی بابت روایتیں مختلف آئی ہیں۔

۳۔ اس کے بعد اگلا مسئلہ جنابت سے پاک ہونے کا بیان فرمایا گیا ہے کہ جنابت سے پاک ہونے کے لیے صرف اعضائے اربعہ کا دھونا اور مسح کرنا کافی نہیں۔ سطحِ بدن کے جس حصہ تک پانی بدون تضرر (نقصان) کے پہنچ سکتا ہو، وہاں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسی لیے حنفیہ غسلِ واجب میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ وضو میں ضروری نہیں، سنت ہے۔

۴۔ اب حکم تیمم کا بیان ہو رہا ہے کہ تم بیمار ہو، پانی نقصان کرے، یا سفر میں ہو اور پانی بقدرِ کفایت نہ ملے، یا قضائے حاجت کر کے آیا اور وضو کی ضرورت ہے، یا جنابت کی وجہ سے غسل ناگزیر ہے مگر پانی کے حاصل کرنے یا استعمال کرنے پر کسی وجہ سے قادر نہیں تو ان صورتوں میں وضو یا غسل کی جگہ تیمم کر لے۔ پانی نہ ملنے کا تعلق ضرورتِ وضو و غسل کی سب شکلوں سے ہے۔ یعنی پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو، خواہ بسبب مرض کے خواہ بسبب فاصلہ کے، یا کسی اور سبب سے۔ سردی لگ جانے کا

خوف، بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ، پانی لانے میں بہت زیادہ دشواری یہ ساری چیزیں پانی نہ ملنے ہی کے حکم میں داخل ہیں۔ حنفیہ کے ہاں سردی کے عذر پر بجائے غسل کے تیمم کر لینا بالکل جائز ہے۔ اسی طرح پانی اگر مل سکتا ہو تو لیکن بہت گراں قیمت پر، یا موجود تو ہو لیکن اتنی کم مقدار میں کہ پینے کے لیے نہ بچ سکے گا تو ایسے ہر موقع پر پانی کا وجود اس کے عدم (نہ ہونے) ہی کے برابر ہوگا اور تیمم بالکل درست ہوگا۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تیمم کی مشروعیت سے جو غرض ہے، بہرصورت یکساں طور پر حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ تیمم کا بیان اور اس کا طریقہ سورۂ نساء کی آیت متعلقہ (۴۳ع) کے ماتحت گزر چکا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ احکام شریعت کے ذریعہ سے تمہارے اوپر کوئی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تو تنگی رفع کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ احکام تیمم سے ظاہر ہے۔ آیت میں ایک بہت بڑی اصل کا بیان آگیا یعنی یہ کہ اللہ نے شریعت میں مشقت و تعب نہیں رکھی ہے اور اس ایک اصل سے بیسیوں مسائل نکلتے ہیں۔ احکام کا وہ مجموعہ جس پر شریعت کا اطلاق ہوتا ہے، وہ تو تمام ہی بہترین نقشہ زندگی کا ہے اور اس کا مقصود بھی یہ ہے کہ جو کوئی اس ہدایت نامہ پر عمل کرے، وہ زندگی کی دشواریوں کو بہترین اور سہل ترین طریقہ پر عبور کر سکے۔ احکام شریعت کو سخت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچہ اپنے شفیق اور تجربہ کار باپ کی ہدایتوں کو یا کوئی مریض اپنے دلسوز اور حاذق طبیب کے احکام کو ظلم اور جبر سے تعبیر کرنے لگے بلکہ ان دونوں مثالوں سے بھی کہیں بڑھ کر احمقانہ۔

۷۔ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تمہیں معنوی و ظاہری ہر اعتبار سے پاک کر دے۔ طہارت کا لفظ صفائے قلب اور جسمانی پاکیزگی دونوں کے لیے عام اور وسیع ہے چنانچہ شریعت کے احکام دونوں اقسام کے جامع ہیں۔

۸۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرتے رہا کرو اور ادائے شکر کی اعلیٰ ترین فرد ان احکام کی تعمیل ہے۔ تم پر انعام نعمت یہی ہے کہ وہ اپنے قرب اور رضا کے راستے سہل ترین اور کامل ترین صورت میں تمہیں بتا دے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ "شرعی رخصتوں سے تنگ دل ہونا اور ان پر نفسوں کا شبہ کرنا جیسا کہ عمل میں غلو رکھنے والے کرتے رہتے ہیں۔ مزاحمتِ حق ہے"۔

---

## بقیہ: احساس

ہو چکا ہے۔ اور انسان کی اس سے بڑی بے غیرتی کیا ہوگی کہ وہ برائی کرنے میں فخر محسوس کرے۔ مگر حق بات کہتے ہوئے شرمائے۔ یا دنیا سے ڈر جائے۔ یہی تو وجہ ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ اطاعتِ الٰہی کا جذبہ سو گیا ہے اور خواہشِ نفس کی پیروی نے قدم بقدم رسوائیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ گمراہی نے ہماری وہ بصیرت چھین لی ہے۔ جو جہالت کی تاریکیوں میں صحیح راستہ دکھایا کرتی ہے۔ وہ اس بات کو بھول چکا ہے کہ وہ کشاں کشاں اپنے رب کی طرف جا رہا ہے۔ انسان اپنے جسم کے ہی دو ٹکڑے کر رہا ہے۔ پھر وہی بات کہ

دلوں کو احساس زیاں تک نہ رہا

غیرت و حمیت کا احساس مر گیا۔ تو سرعام برائی اور بے حیائی کے مظاہرے ہونے لگے غور تو کیجئے۔ آخر ہمارے جذبۂ احساس کو کیا ہوا اور جذبہ اخوت کیوں ختم ہو گیا؟

ہمارا احساسِ حریت آخر بیدار کیوں نہیں ہوتا؟ صرف اس لیے کہ ہمارے دلوں میں احساس بندگی مٹ گیا ہے۔ پھر بھلا یہ دل پتھر کیوں نہ ہوتے۔ مگر یہ بھی تو سوچیں کہ پتھروں میں بھی کچھ ایسے ہیں جس میں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ کوئی پھٹتا ہے تو اس میں پانی نکل آتا ہے۔ کوئی خوف خدا سے لرز کر گر پڑتا ہے۔

لیکن شاید ہم ان پتھروں میں سے بھی زیادہ سخت ہیں ہماری تو یہ بات ہے کہ

فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی